ثمرہ احمد

مکمل ناول

تینتیسویں قسط

"اوہ" کشمالہ مبین کے چہرے پر خوشگوار حیرت بھری مسکراہٹ ابھری۔

"یعنی دنیا میں دوسرے لوگ بھی ہیں جو تمہارے حقیقت چھپانے کو غلط خیال کرتے ہیں؟" اس نے پلکیں جھپکائیں۔

"ہاں۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مجھ پہ بھروسہ نہ کرنے کی غلطی کرتے ہیں۔"

"کسی کو کسی پہ بھروسہ کرنا بھی نہیں چاہیے۔"

وہ اندر بیٹھ چکی تھی جب وہ کہہ اٹھا۔

"ہم کافی کے لیے رک سکتے تھے۔ اگر تم مجھے بتاتیں۔"

"مجھے بدر کے لیے تمہاری مدد کے سوا تم سے کچھ نہیں چاہیے۔" وہ اسی سنجیدگی سے کہتے ہوئے سیٹ بیلٹ بند کرنے لگی۔ ماہر نے سر جھٹکا اور بٹن دبایا۔ انجن میں حرارت پیدا ہوئی۔

"میں تمہیں بلت ڈراپ کر کے آفس چلا جاؤں گا۔ چکیر خود..."

"کیا تم مجھے بیرل کی بیکری پر ڈراپ کر سکتے ہو؟"

"میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں۔"

"اوکے۔ میں ٹیکسی لے لیتی ہوں۔" مالا نے سیٹ بیلٹ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اس نے [illegible] بڑھا دی۔

ان کے درمیان سارا راستہ کوئی بات نہیں ہوئی۔ بیکری یہاں سے بارہ منٹ کی ڈرائیو پر تھی۔ رش کے باعث زیادہ وقت لگا۔ کار پارکنگ لائن میں روکتے ہوئے ماہر نے انجن آف کیا۔ "مجھے مالک سے ملنا تھا۔ وہ یہیں ہے۔" جیسے اپنے عمل کی وضاحت دی۔ وہ اس کے لیے یہاں نہیں آیا تھا۔ لیکن اسے کیا فرق پڑتا تھا۔ وہ اس کی مدد کر رہا تھا۔ یہی بہت تھا۔

نشاستی میں بنی وہ گلابی پھولوں سے سجی بیکری پہلے سے قدرے مختلف تھی۔ وہ شیشے کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی تو خوشبودار گرم ہوا چہرے سے ٹکرائی۔ صوفے بدلے ہوئے تھے۔ براس کا نیا اور قیمتی فریم۔ نیا ڈیکور۔ وہی رنگ۔ ایک زینہ جو اوپر کو جاتا تھا۔ مالا نے گردن اٹھا کے دیکھا۔ وہاں اوپر بھی ایک سٹنگ ایریا بنا تھا جو پہلے وہاں نہ تھا۔ وہاں سے مدھم آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ جگہ یقیناً اب بنی تھی۔ توسیع۔ نئی تعمیر۔ دلچسپ۔

"مرحبا۔" اسی وقت بیرل زینے اترتا دکھائی دیا۔ سفید جوگرز۔ سویٹ پینٹس۔ اوپر ہڈی پہنے۔ کوئی بہت تیز سا پرفیوم لگائے وہ مسکراتا ہوا آ رہا تھا۔ ان دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ کے اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"میں سمجھا تم اکیلی ہو گی۔ لیکن ماشاءاللہ ڈرائیور بھی ساتھ آیا ہے۔"

ماہر پہ کوئی اثر نہ ہوا۔ ابرو اٹھا کے یک لفظی استفسار کیا۔

"مالک؟"

بیرل کا منہ قدرے بن گیا۔

"تمہارا محبوب اوپر میٹنگ کر رہا ہے۔ نوے منٹ کے لیے بیکری بند کروا دی ہے۔ سارا بل اس کے کھاتے سے کٹے گا۔" مالا کو ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ بتا رہا تھا۔ اچھا یہ وجہ تھی خالی بیکری کی۔

"میں انتظار کر لوں گا۔" ماہر کہتے ہوئے ان صوفوں کی جانب بڑھ گیا۔ وہ نہیں بڑھی۔ وہیں کاؤنٹر پہ کھڑی رہی۔ وہ کہہ رہا تھا اسے آفس جانا ہے۔ لیکن وہ مالک کے لیے انتظار کرے گا۔ بہت دلچسپ۔

"سو کیسے راضی کیا تم نے ماہر بے کو اپنا ڈرائیور بننے پہ؟" وہ دونوں کاؤنٹر پہ ساتھ ساتھ کھڑے تھے، جب بیرل بجس بھری مسکراہٹ سے پوچھنے لگا۔ آواز دھیمی تھی۔ بیکری میں میوزک بھی چلا تھا۔

"مجھے تمہارے بھائی کو ڈرائیور بنانے کا شوق نہیں ہے، بیرل۔" مالا نے گہری سانس لی۔ "میں اس کے پاس اس لیے آئی ہوں کیونکہ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔" پلٹ کے ایک نظر دور بیٹھے موبائل پہ سر جھکائے، ٹانگ پر ٹانگ جمائے آدمی کو دیکھا۔ وہ ان کی باتیں نہیں سن سکتا تھا۔ "اور چاہے میں اسے

ALIFADAB.COM
Watermarkly

کتنا ہی بیاپسر کیوں نہ کروں، صرف وہی میرے بیٹے کو اصوفہ سکتا ہے۔"

بیرٹل نے انگلی کا کوئٹر پر برائی اور آگے کو جھک کے مسکرایا۔

"تم اس کو بیاپسر اس لیے کرتی ہو کیونکہ تم اسے چاہتی نہیں ہو۔"

"تم چاہو کون ہے وہ؟"

بیرٹل نے آواز دھیمی کی۔

"روبرٹ۔" اور وہ دونوں بے اختیار ہنس دیے۔

سیڑھیوں سے اترتے افراد کے آگے چلتے مالک فرید نے ان کا قہقہہ سنا تھا۔ چونک کر اس طرف دیکھا۔ کاؤنٹر کے گرد بیرٹل کے ساتھ وہ کھڑی تھی۔ تیز آنکھوں اور لمبے گھنے بالوں والی لڑکی۔ اسی پل اس کی نظر بھی ان پہ پڑی۔ وہ شناسائی سے مسکرا دی۔

عبدالمالک فرید ہلکا سا مسکرائے۔ اور پھر موبائل جیب میں ڈالتا ہاتھ کے اس طرف آیا۔

"مالک۔" وہ سنجیدہ تھی۔ پرسکون سا۔

"کشمالہ۔" ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا، جیسے اس کا تعارف کروا رہا ہو۔ وہ ہلکا سا مسکرائے اور پھر مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ ایک گہری نظر ماہر پہ ڈالی اور کاؤنٹر کی طرف آئے۔ ماہر بھی ساتھ ہی اس طرف آیا۔

"مالا؟ اسے مرے بعد۔" وہ قدرے حیران تھے۔

وہ بہت زیادہ نہیں بدلے تھے۔ رنگت قدرے کملا گئی تھی۔ اور وزن کم تھا۔ لیکن ذات کا وقار اور بالوں کا سلور پن ویسا ہی تھا۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کے۔" وہ دل سے مسکرائی۔

"تم یہاں کیسے؟" انہوں نے بیرٹل کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کشمالہ کا پیٹا کھو گیا ہے۔" وہ اسی سنجیدگی سے بولا۔ مالا کی مسکراہٹ مدھم ہو گئی۔ یہ ذکر ہر دفعہ سے سر کو تکلیف دیتا تھا۔

"وہ اس کو ڈھونڈنے آئی ہے۔ ہم اس کی مدد کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس نے ہلال کے لیے ہماری مدد کی تھی۔" وہ نرم سنجیدگی سے بتا رہا تھا۔ جیسے وہ ایک پرانی فیملی فرینڈ تھی۔

"یہ کیسے ہوا؟" وہ چونک کر پوچھنے لگے۔ آواز میں ہمدردی تھی۔ وہ مختصراً وہی روداد سنانے لگی جو اس کی چیکنگز کو سنائی تھی۔ مالک فرید خاموشی سے سنتے رہے۔ ان کی نگاہ مالا کی ہلکی نیک پر جھولتی سیاہ تسبیح پہ چند ایک دفعہ پڑی۔

"مجھے لگتا ہے۔ پھر ملاقات ہو گی۔ ابھی تو تم یہیں ہو نا؟" اسی بے تاثر انداز میں پوچھا۔ اس نے مسکرا کے سر ہلا دیا۔ وہ آگے بڑھ گئے اور ماہر کو اشارہ کیا۔ (میرے پیچھے آؤ۔) کو وہ تابعداری سے ان کے پیچھے چل پڑا۔ وہ کاؤنٹر کے شیشے کے دروازے سے باہر نکل گئے۔

مالا پلٹ کے انہیں دیکھنے لگی۔ اب وہ دونوں باہر ٹھنڈ میں کھڑے، کوئی بات کرتے دکھائی دیتے تھے۔ ماہر کے چہرے پہ بے زاری بھری اکتاہٹ تھی۔ بہت محسوس ہوتا تھا کہ آواز دھیمی تھی۔ وہ نگاہوں میں تشویش لیے انہیں دیکھے گئی۔

"وہ یہاں کیا کر رہی ہے؟"

باہر ٹھنڈی فضا میں کھڑے مالک فرید نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

ماہر نے گہری سانس لی۔ بے زاری سی سانس۔

"اس سے پہلے کہ تم مجھ سے وہی پوچھو، جس کی وضاحت دے دے کر میں تنگ آ چکا ہوں.... ہلال کو۔ بیرٹل، چیکنگز یا کسی، غرض ہر شخص کو، میرے اور اس کے درمیان کچھ نہیں ہے۔ وہ ایک ماں ہے۔ اپنا بچہ ڈھونڈ رہی ہے۔ اور میں اس معاملے سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ میں وہ انسان نہیں ہوں جو کسی کے پیچھے

بھاگتا ہے، یا کسی کا روگ لے کر کئی برس گزار دیتا ہے۔" وہ تلخی سے کہہ رہا تھا۔

"ہوں۔" وہ غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"جیسے ماہر نے چھوڑ دیا، اسے بھی چھوڑ دو۔ میں نے اتنے برس اس کی خبر تک نہیں رکھی۔ وہ کیا کرتی ہے، کیسے اور کہاں رہتی ہے، مجھے معلوم نہیں تھا۔ پانچ دن پہلے وہ خود اچانک سے میرے آفس آئی اور اس نے مدد مانگی۔ ہلال کی خاطر میں نے اس کی بات مان لی۔"

"ہوں اس کے آنے سے تمہاری زندگی پیچیدہ نہیں ہو گی؟" وہ سوچتی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"میں ایسا مرد نہیں ہوں مالک۔ کچھ محبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یا ہم ان کو نکال کر دیتے ہیں۔ اس کی محبت ختم ہو چکی تھی اور اس کا غم بھی۔ وہ میرے لیے صرف بدر کی ماں ہے۔ وہ بدر جس کی ہلال کو بہت پرواہ ہے۔ میرے پاس اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ کچھ غلط سمجھے۔" سکون سے کہتے ہوئے وہ انگلی میں پہنی سلور انگوٹھی کو مروڑ رہا تھا۔ مالک فرید نے اطمینان سے گہری سانس لی۔ ہلکا سا اس کے کندھے کو تھپکا اور آگے بڑھ گئے۔

"شام کو آفس آؤں گا۔ تم ابھی جاؤ۔"

وہ کچھ کہنے لگا پھر رک گیا۔ پلٹ کے دیکھا۔ بیرٹل کافی بنا رہا تھا۔ یقیناً پولیس اسٹیشن کی ڈرپ کافی اس کو چھوڑ نہیں آئی تھی۔ وہ البتہ کاؤنٹر سے ٹیک لگائے غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ماہر سیدھا سے پلٹ جانا چاہتا تھا لیکن مالا نے ابرو سے اشارہ کیا۔ (اندر آؤ۔)

اس کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔ لیکن پھر وہ گلاس ڈور کھول کے اندر آیا۔ بیرٹل کی اس طرف پشت تھی۔ وہ اب اسے آنکھوں سے اشارہ کر رہی تھی۔ (کہیں چل کے بات کرتے ہیں۔)

ماہر نے قدرے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ (ایسی کیا بات؟) پھر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بیرٹل کو "میں ابھی آتی ہوں" کہہ کے اس کے پیچھے ہو لی۔

زینے عبور کر کے ایک طرف سٹنگ روم بنا تھا، جہاں سے ایک ویٹرس مالک کے مہمانوں کے خالی برتن چن رہی تھی۔ دوسری جانب راہداری تھی۔ وہ ایک دروازے پہ ختم ہوتی تھی۔ ماہر نے دروازہ کھولا۔ اندر ایک خوش رنگوں سے سجا آفس تھا۔ یقیناً بیرٹل کا تھا۔ یہ بھی نیا بنایا تھا۔

"تم مالک سے کیا کہہ رہے تھے؟" ماہر نے دروازہ بند کیا تو وہ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ بازو سینے پر لپیٹے، وہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہی کہ تمہارے بیٹے کو زیاد نے اغوا کیا ہے، لیکن تم یقین نہیں کرنا چاہتیں۔" اس نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔ یہ لگن تھی تھا کہ مالا تک ان کی آوازیں پہنچی ہوں۔

"اس کیس کا یہی انجام نکلے گا، کیونکہ میں لوگوں کے بارے میں غلط نہیں ہوتا۔" ایک افسوس بھری نظر اس پہ ڈالی۔ "البتہ کشمالہ بین کو انسانوں کی پہچان نہیں ہے۔"

وہ اسی طرح سینے پر بازو لپیٹے تیکھی نظروں سے چند لمحے اسے دیکھے گئی۔

"انسانوں کی پہچان ہو یا نہ ہو، مجھے ایک چیز کی پہچان ضرور ہے۔"

اس کی آواز دھیمی تھی۔ وہ چونکا۔

"زہر، رنگت۔ اور بیماری کی خوشبو۔"

وہ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ ساکت۔ جیسے اگلا سانس نہیں لے سکے گا۔

اب وہ غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مالک فرید بیمار ہیں۔ ہے نا؟"

ماہر بہت دھیرے سے شکست خوردہ سا

ALIFADAB.COM
Watermarkly

،کاؤچ کے کنارے پر بیٹھا اور سر ہاتھوں میں گرا دیا۔
چند لمحے خاموشی سے کٹ گئے۔
"میں ماں کے ساتھ ایک عرصہ رہی ہوں۔ بیماری کی ایک اپنی بو ہوتی ہے۔ وہ مجھ جیسوں کو دور سے آجاتی ہے۔ انہیں کیا ہوا ہے؟" وہ اب نرمی سے پوچھ رہی تھی۔
اس نے سر جھکائے کنپٹیاں دونوں ہاتھوں سے سہلائیں۔
"برین ٹیومر۔" پھر چہرہ اٹھا کے دیکھا تو یہ وہ چہرہ نہیں تھا جسے وہ پانچ دن سے دیکھ رہی تھی۔ یہ ایک تکان شدہ شخص کا چہرہ تھا۔
"ایک سرجری ہو چکی ہے۔ چھ سال پہلے۔ اس نے مجھے یا کسی کو نہیں بتایا۔ وہ تندرست ہو رہا تھا۔ پھر چھ ماہ پہلے یہ ٹیومر دوبارہ سے اگنا شروع ہو گیا۔ اب سرجری ناممکن ہے۔"
"کتنا وقت...؟" الفاظ حلق میں ٹوٹ گئے۔
ماہر نے کلائی پر بندھی اسمارٹ واچ پر تاریخ دیکھی۔
"چار ماہ۔ شاید اس سے بھی کم۔"
لمحے خاموشی سے گزرتے رہے۔ بنا چاپ کے۔ بنا سانس لیے۔
"اور علاج؟"
"میں اس کے ساتھ جاتا ہوں۔ زارا اور بیرل کو نہیں معلوم۔ وہ الگ گھر میں رہتا ہے۔ ملازم ہیں اس کے پاس۔ اس کا ڈاکٹر اس کے پاس آتا تھا۔ جن دنوں یہ کیف والا معاملہ شروع ہوا تھا۔" وہ تلخی سے ہلکا سا ہنسا۔ وہ خاموش کھڑی رہی۔ "اس نے مجھے کہا کہ وہ اس کا اکاؤنٹنٹ ہے، حالانکہ وہ اس کا ڈاکٹر تھا۔ وہ اس کو کہتا رہا کہ وہ مجھے حقیقت بتا دے۔ اس نے نہیں بتائی۔ وہ اسی لیے چاہتا تھا کہ میں لندن واپس آجاؤں تاکہ فرید ہولڈنگ سنبھال لوں۔ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو ساری کمپنی ہمارے سروں پر گر جاتی۔ کمپنی میں بہت سے حصے ہیں۔ وہ میرے باپ کی امانت تھی اس کے پاس۔"
"اسی لیے تم واپس جا رہے ہو؟"
ماہر نے جھکے سر کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔
"مجھے چند ماہ پہلے علم ہوا۔ وہ بہت انا اور وقار والا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ کسی کو علم ہو اور لوگ اسے مختلف طریقے سے ٹریٹ کریں۔ اسے اپنی کمزوری دکھانا پسند نہیں ہے۔" پھر وہ گھڑی دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک گہری سانس لی۔
"یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ اس کو راز رکھنا۔ بیرل کو نہیں معلوم۔"
ہلکی سی تنبیہ کر کے وہ پلٹنے لگا جب...
"یہ راز رکھنے والی بات نہیں ہے۔"
ماہر چونک کر پلٹا۔ وہ اسی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے لگا اس نے غلط سنا ہے۔
"میں نے ایک بات تم سے شیئر کی ہے۔ تو تم اس کو..."
"شیئر نہیں کی۔ میں نے خود بھانپ لی تھی کہ مالک ٹرمینل پیشنٹ ہے۔" وہ ایک ابرو اٹھا کے سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ "تم اتنی بڑی بات بیرل سے کیسے چھپا سکتے ہو؟"
اور اس لمحے ماہر فرید کو اس پہ ڈھیروں غصہ آیا تھا۔
"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔" چند لمحے پہلے کی شکستگی چہرے سے غائب ہو گئی۔ غصے اور درشتی سے وہ بولا تھا۔ "یہ ہمارا فیملی میٹر ہے۔ اس میں مداخلت مت کرو۔"
"بیرل کو بھی یہ جاننے کا اتنا ہی حق ہے جتنا تمہیں۔ تم کب تک دوسروں کی زندگی کا سچ ان سے چھپاتے رہو گے؟"
"بیرل کو گریف (غم) کو پروسیس کرنا نہیں آتا۔ تم اس کو نہیں جانتیں۔" ماہر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔
"خدا کے لیے دوسرے انسانوں کو اتنی عزت

دینا سیکھو ماہر، کہ ان کے حصے کا سچ ان کو بتا دیا کرو۔ بیرل کا حق ہے جاننا۔"
"کیا میرا حق ہے جاننا؟"
بیرل نے اسی لمحے دروازہ کھولا تھا۔ ہاتھ میں پانی کی ٹرے تھی۔ اس نے دستک نہیں دی تھی۔ شاید وہ ان کی گفتگو کے درمیان مخل ہونا چاہتا تھا۔ لیکن مالا کے الفاظ نے اسے مبہوت کر دیا۔ چونک کر ماہر کو دیکھا۔
"کیا ہوا ہے؟"
ماہر نے بے اختیار پیشانی چھوئی۔ پھر بہت ضبط سے مالا کو دیکھا۔
"بہت شکریہ تمہارا۔" دانت پیس کے وہ بولا۔
"بتاؤ اس کو۔" وہ ملامتی انداز میں کہہ کے آگے بڑھی اور ٹرے لے لی۔ پھر دروازے کی طرف جانے لگی جب بیرل نے بازو لمبا کر کے اسے روکا۔
"ایک منٹ۔ تم یہیں رہو۔ تم ایسے کیسے جا سکتی ہو؟" وہ کچھ الجھا ہوا اور کچھ خفا لگ رہا تھا۔ وہ کھڑی کے وہیں رک گئی۔ یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔
"کیا جاننا چاہیے مجھے؟ کیا چھپا رہے ہو تم مجھ سے؟" وہ سنجیدہ لہجے میں کہتا ماہر کے سامنے آن رکا۔
ماہر نے بے بسی سے گہری سانس لی۔ پھر کنپٹی سہلائی۔ سر میں درد اٹھنے لگا جس کی وجہ کیفین کا نہ ملنا نہیں تھا۔
"بی..."
"بتاؤ مجھے۔" اس کی آواز بلند ہوئی۔ چہرہ گلابی ہو رہا تھا۔
ماہر خاموشی سے لب کاٹتا رہا۔ مالا نے اسے ایسے لب کاٹتے نہیں دیکھا تھا۔
"بیٹھ کے میری بات سنو، بی۔"
"کوئی نئی شرط چھوڑی ہے نا میرے باپ نے وصیت میں؟ یہ سب مجھ سے واپس چھین لیا جائے گا... ہے نا؟" اس کی آواز بے بسی بھرے طیش سے بلند ہوئی۔
"نہیں۔ یہ سب تمہارا ہے۔" ماہر نے کراہ کے ماتھا چھوا۔ پھر گہری سانس لی اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
کن انکھیوں سے اسے وہ دکھائی دے رہی تھی۔ ٹرے پکڑے ساکت کھڑی۔ قدرے کنفیوزڈ۔
"مالک... مالک بیمار ہے۔"
بیرل کی آنکھوں میں الجھن طیش تھم گیا۔ اس کی جگہ تجسس نے لے لی۔
"کیسی؟" ابرو اٹھایا۔
"مالک کو... برین ٹیومر ہے۔ چار ماہ ہیں اس کے پاس۔ شاید پانچ۔"
چند لمحوں کے لیے بیرل بس اس کو دیکھے گیا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا اور مالا ان دونوں کو۔ ٹرے کے کناروں پر جمے ہاتھ تھکن سے ٹرے میں گویا دھنسے جا رہے تھے۔
"کیا مطلب وہ بیمار ہے؟" بیرل نے پھر سے ابرو اٹھائے۔ چہرہ گلابی ہو رہا تھا۔
"بی..."
"نہیں تم کہہ کیا رہے ہو؟" اس کی آواز پھر سے بلند ہونے لگی۔
"مالک مر رہا ہے۔" ماہر نے زور دیا۔ آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔
بیرل پلٹ گیا۔ میز کے کنارے ہاتھ رکھے رکا، سر جھکا کے جیسے کچھ دیر سوچا۔
"کیا مطلب وہ مر رہا ہے؟" پھر نفی میں گردن ہلاتے ہوئے پلٹا۔ "مالک نہیں مر سکتا۔"
"بی..."
"تم درمیان میں مت بولو۔" اسے دیکھے بنا ہاتھ اٹھا کے تنبیہ کی۔ وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔
"تم کہہ رہے ہو کہ..." وہ اب ماہر کے سامنے آیا۔ گھنگریالے بالوں تلے پیشانی سرخ اور بل دار تھی۔
"کہ مالک... عبداللہ فرید... مر رہا

ALIFADAB.COM
Watermarkly

ہے؟" اس کی آنکھوں میں غصے سے لکیریں ابھر رہی تھیں۔

ماہر نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ایک برہم خاموش نگاہ اس کے پیچھے کھڑی مالا پہ ڈالی۔

"وہ... وہ ردولوٹ مر رہا ہے؟" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ وہ نہیں مر سکتا۔ میں نہیں مانتا۔"

اس نے زور سے پیچھے دیوار پر ہاتھ مارا۔

"وہ... وہ بے حس بوڑھا... وہ یوں نہیں مر سکتا۔" اس نے دوبارہ دیوار پر ہاتھ مارا۔ اب وہ ماہر کے دائیں جانب کھڑا تھا۔

"اس نے ساری زندگی.... ساری زندگی اس نے مجھے کہا کہ میں کسی قابل نہیں ہوں۔ وہ... وہ مجھے کسی قابل سمجھتا ہی نہیں ہے۔"

اس نے دیوار سے ہاتھ ہٹا کے دیکھا۔ وہ سرخ پڑ رہا تھا۔

"اس نے ہمیشہ مجھے ماہر سے کمتر سمجھا ہے۔ نہ میں پڑھائی میں ماہر جیسا تھا، نہ کاروبار میں۔ مالک بھی، میرا باپ بھی، وہ سب... وہ سب مجھے کمتر سمجھتے تھے۔" اس نے پھر سے دیوار پر ہاتھ مارا۔

"اور اب... اب مجھے میرے اثاثے ملے تھے۔ اب میں اپنی بیکری ایکسپینڈ کر رہا تھا۔ اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ..." اس کی سرخ آنکھوں میں زمانوں کی حیرت تھی۔ "کہ وہ مر رہا ہے؟"

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔

"وہ چالاک بوڑھا... وہ کیا سمجھتا ہے، کہ وہ یوں مر سکتا ہے؟" وہ نفی میں گردن ہلا رہا تھا۔ آنکھیں گلابی پانی سے بھر رہی تھیں۔

"وہ نہیں مر سکتا — وہ ابھی نہیں مر سکتا۔" وہ سرخ ہاتھ کی انگلی اٹھا کے گویا اسے وارن کر رہا تھا۔

"وہ پہلے دیکھے گا... اپنی آنکھوں سے... مجھے کامیاب ہوتے ہوئے... وہ میرے سامنے آ کے اعتراف کرے گا کہ میں..." سینے پر اپنی انگلی سے [illegible] "میں ساری سے بہتر ہوں... کہ میں کچھ ہوں.... کچھ ہوں اس کے لیے... پہلے وہ یہ مانے گا... پھر مرے گا وہ۔ ایسے نہیں مر سکتا وہ۔ میں نہیں مانتا۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ پیچھے کو ہٹنے لگا۔ ایک اوتومن کو جوگر سے ٹھوکر ماری۔ وہ دور جا لڑھکا۔

"بیرمل..." اس نے تاسف سے بیرمل کے چہرے کو دیکھا۔ اس پر آنسو گر رہے تھے، لیکن وہ ابھی تک نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

"ایسے نہیں مرنے دوں گا میں اس کو۔" وہ پلٹ کے گلاس ڈور کی طرف بڑھ گیا جو بالکونی کی جانب کھلتا تھا۔ اسے کھولا تو ٹھنڈی ہوا کا تیز جھونکا اندر آیا۔ وہ باہر نکلا اور دھڑام سے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا۔

ماہر اس کی طرف پلٹا۔ دو ٹرے ہاتھ میں لیے، گردن موڑے افسوس سے بالکونی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نگاہیں محسوس کر کے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ اس بات کو خود تک رکھنا اور تم..." شدت غیض سے اس نے مٹھی بھینچ لی۔ بہت عرصے بعد اسے کسی پہ اتنا شدید غصہ آیا تھا۔

"مالک اس کا بھی چچا ہے۔ یہ سچ جاننا اس کا حق تھا۔"

"یہ تمہارا فیصلہ نہیں تھا۔"

"درست، ماہر ہے۔ درست۔" میز پر زور سے ٹرے رکھی۔ "یہ تمہارا فیصلہ ہونا چاہیے تھا۔ اسے یہ سچ تم سے سننا چاہیے تھا، جیسے تمہارا سچ مجھے تم سے سننا چاہیے تھا۔ کیف یا صفورا سے نہیں۔" اس کی آواز بلند ہوئی۔ وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔ وہ لمحے بھر کو اس کشمالہ سے مختلف لگی تھی جسے وہ گزشتہ پانچ دن سے دیکھ رہا تھا۔

"میں تمہارے اوپر کبھی اعتبار نہیں کر سکتا۔" اسے دیکھتے ہوئے افسوس سے گردن دائیں بائیں ہلائی۔

(میک دی نو آف اس) کشمالہ مبین نے ہلکے

سے کندھے اچکائے اور آگے بڑھ گئی۔ اس کا رخ بالکونی کی جانب تھا۔ وہ افسوس اور برہمی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ بالکونی کا دروازہ کھول رہی تھی۔ سرد ہوا پھر سے اندر آئی لیکن وہ اس ہوا کے لیے نہیں رکا۔ دوسری طرف سے باہر نکل گیا۔ آفس خالی رہ گیا۔

بالکونی سرد تھی اور ہوا ٹھنڈی۔ وہ زمین پر بیٹھا، دیوار سے ٹیک لگائے، سر ہاتھوں میں گرائے رو رہا تھا۔ اس کا سارا وجود ہچکیوں سے ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

مالا چند لمحے تاسف سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر نرمی سے پکارا۔

"بیرمل..."

"مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" سر اٹھائے بغیر گیلی آواز میں کہا۔

"اوکے۔" وہ واپس مڑ گئی۔

"کوئی رو رہا ہو تو اسے اکیلا نہیں چھوڑتے۔" اس نے بھیگا چہرہ اٹھا کے ناراضی سے کہا تھا۔

وہ گہری سانس لے کر پلٹی۔

"پھر کیا کرتے ہیں؟"

"ٹشو پکڑاتے ہیں۔"

چند ثانیے بعد وہ اس کے سامنے ٹشو کا ڈبہ رکھ کے وہیں بیٹھ رہی تھی۔ صاف ٹائل شدہ فرش پر۔ وہ چھوٹا سا ایریا تھا جس میں کین کا فرنیچر رکھا تھا اور ریلنگ کے ساتھ چند گملے سجے تھے۔

"تھینک یو۔" بیرمل نے بھاری آواز میں کہتے، سر جھکائے چند ٹشو نکالے۔ پھر چہرہ صاف کیا۔ ناک رگڑی۔

"تمہارے پاس کبھی کوئی پالتو جانور تھا بیرمل؟"

"نہیں۔"

"جب میرے ابا کی ڈیتھ ہوئی تو میں بہت چھوٹی تھی۔"

وہ چہرہ اٹھا کے گیلی گلابی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے سامنے آلتی پالتی کیے زمین پر بیٹھی نرمی سے کہہ رہی تھی۔

"اس وقت مجھے اپنی ماں سے ایک ہی شکوہ تھا۔ کاش انہوں نے کبھی مجھے ایک پالتو جانور لے کر دیا ہوتا۔ بلی۔ کتا۔ خرگوش۔ ایک جانور ہر بچے کے پاس ہونا چاہیے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ جانور کچھ عرصے بعد مر جاتے ہیں۔ اور یوں بچے کو معلوم ہوتا ہے کہ موت کیا ہوتی ہے۔ پھر اسے گریف (غم) کو پروسیس کرنے کا فن آنے لگتا ہے۔"

بیرمل نے سر دیوار سے ٹکا کے چند گہرے سانس لیے۔

"وہ کب سے بیمار ہے؟ مجھے کیوں علم نہیں ہو سکا؟" وہ حیران تھا۔ شاک میں تھا۔ پھر چونکا۔ "تمہیں کیسے معلوم؟" پھر چہرے پہ سختی در آئی۔ اس نے سوال بدلا۔ "تمہیں کب سے معلوم ہے؟"

"چند منٹ پہلے سے۔"

"اسی لیے وہ زارا سے شادی کر رہا ہے۔ اسی لیے وہ مالک کی ہر بات مانتا ہے۔ وہ اس کا اتنا تابع دار ہے، کیونکہ وہ اس کو کھونے سے ڈرتا ہے۔"

آنسو پھر سے اس کی آنکھ کے کنارے سے پھسلنے لگے۔

"اور میں... میں نے ہمیشہ اس کو ڈس اپائنٹ کیا ہے، مالا۔ میں کبھی اس قابل نہیں بن سکا کہ مالک میری تعریف کرتا۔"

وہ اداسی سے مسکرائی۔

"اپنے بڑوں کا اپروول ان کی تعریف... کتنا ترستے ہیں ہم اس سب کو بیرمل۔ بڑے سمجھتے ہی نہیں ہیں۔"

"میں اس کے لیے کبھی ماہر نہیں بن سکوں گا۔ میں نے اس کے لیے کچھ نہیں کیا۔ ہمیشہ اس کو برا بھلا کہا۔"

ALIFADAB.COM
Watermarkly

"بیریل۔" وہ بغور اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ "تم جس تکلیف میں ہو، وہ میں نے تمہیں دی ہے۔ میں چاہتی تھی کہ تم جان جاؤ کہ مالک بیمار ہیں۔ ماہر تمہیں اس سے بچا رہا تھا۔ لیکن ہر انسان کو اپنے حصے کی تکلیف کاٹنی چاہیے۔ آئی ایم سوری۔ لیکن اگر تمہیں چار ماہ بعد معلوم ہوتا تو تمہارے پاس مہلت نہ ہوتی۔"

"مہلت؟" بیریل نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ اداسی سے مسکرائی۔

"ہاں۔ مہلت۔ اب تمہارے پاس وقت ہے۔"

"کس چیز کے لیے؟" اس نے ابرو اٹھائے۔ "اس کی خدمت خیال وغیرہ..."

مالا نے نفی میں گردن ہلائی۔

"اس کو یہ بتانے کے لیے کہ تم اس سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

بیریل نے شرٹ کے کف سے آنکھیں رگڑیں۔ اور سر جھٹکا۔

"میں اس سے کوئی محبت وغیرہ نہیں کرتا۔ ہونہہ۔" چند گہرے سانس لیے۔ ناک سڑکی۔ بالوں میں انگلیاں پھیر کے انہیں درست کیا۔ ایک ٹشو مزید نکالا۔ وہ غور سے اسے دیکھے گئی۔

"تم اس سے محبت نہیں کرتے؟"

"نہیں۔ اور نہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔" اس نے زخمی نگاہوں سے مالا کا چہرہ دیکھا۔ "ورنہ اپنی تکلیف میرے ساتھ شیئر کرتا۔ لیکن نہیں۔ اس نے مجھے اس لائق بھی نہیں سمجھا۔" وہ کپڑوں سے نادیدہ گرد جھاڑ کے اٹھ رہا تھا۔ وہ بھی ساتھ ہی کھڑی ہوئی۔

(ماہر وہ بیٹا ہے جو اس کے پاس کبھی نہیں تھا) ماہر ازدی سن ہی نیور ہیڈ) وہ نفی سے کہہ رہا تھا۔ "بیریل اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر اس کے پاس جاؤ۔ اس سے یہ سب کہو جو تم اس کے لیے محسوس کرتے ہو۔ باتیں کہہ دینی چاہئیں۔ دل میں نہیں رکھنی چاہئیں۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی اور وہ سر جھکائے ادھر ادھر کی چیزیں الٹ پلٹ کر رہا تھا۔

"میں اب رو نہیں رہا۔ تم مجھے اکیلا چھوڑ سکتی ہو۔" وہ اس سے نگاہیں نہیں ملا رہا تھا۔ پلکیں ہنوز بھیگی ہوئی تھیں۔

مالا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"او کے۔ میں پھر آؤں گی۔"

وہ آفس کی طرف بڑھ گئی۔

"مالا..."

وہ بالکونی کا دروازہ کھول رہی تھی جب وہ پکار اٹھا۔ اس نے پلٹ کے دیکھا۔ وہ اب اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں پھر سے بھیگی ہوئی تھیں۔

"تھینک یو۔"

وہ مسکرا دی۔ سر کو خم دیا۔ اور آگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

کیف کی عمارت پہ دن غروب ہونے لگا اور شام کے سائے اترنے لگے تھے۔ ماہر فرید کے آفس میں کئی گھنٹے سے بتی نہیں جلی تھی۔ نہ ہی وہ باہر نکلا تھا۔ اندر نیم اندھیرے میں صرف کھڑکیوں سے آتی روشنی تھی۔ وہ سیٹ پر بیٹھا آنکھیں بند کیے مسلسل کنپٹی مسل رہا تھا۔ آج صبح بیریل کے دفتر میں ہوا واقعہ بار بار نگاہوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ اس نے بیریل کو دوپہر میں کال کی تھی لیکن اس نے کاٹ دی۔ پھر اس کا فون آف ہو گیا۔

دروازہ ہلکی دستک کے کھلا۔ روشنی اندر آئی۔ اس نے آنکھیں چندھیانے والے انداز میں چھوٹی کیں۔

عبدالمالک فرید چوکھٹ میں کھڑے تھے۔

"شبنم کہہ رہی تھی تم صبح سے باہر نہیں نکلے۔" وہ عام سے انداز میں کہتے اندر داخل ہوئے۔ دروازہ بند کیا۔ ماہر تکان سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن مالک فرید کا رخ کھڑکی کے سامنے رکھی دو اونچی کرسیوں کی طرف تھا جن کے درمیان ایک چھوٹی میز تھی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ ٹانگ پر ٹانگ جمالی۔

"میں... تھوڑی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" وہ قدرے تھکا ہوا، قدرے بے زار لگا تھا۔

"میرے لیے بھی ایک۔" انہوں نے اشارہ کیا۔

ماہر نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا۔ مدھم روشنی میں بھی وہ ان کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔

"ایک کیا؟"

"وہی جو تمہارے دراز میں ہے۔" وہ ہلکا سا مسکرائے۔ بس ایک لمحے کو۔ پھر مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

ماہر چونکا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم جانتے ہو۔" اس نے میز کے دراز کھولا۔ ایک باکس نکال کے میز پر رکھا۔

"تمہاری تھیراپسٹ جانتی ہے؟" وہ بغور اس کو دیکھ رہے تھے۔

"میں نے اس کے پاس جانا چھوڑ دیا تھا۔ اب ضرورت نہیں رہی۔ یہ بہت ہے میرے لیے۔" اس نے باکس کھولا۔ اندر کیوبن سگارز سجے تھے۔ یہ اس کی واحد تھیراپی تھی۔

"صرف ایک۔" مالک کو نگاہ اٹھا کے تنبیہی انداز میں دیکھا۔ انہوں نے سر کو خم دیا۔ اب وہ میز کے پیچھے کھڑا چاقو نکال رہا تھا تاکہ سگار کو چھیل سکے۔

"آج عرصے بعد مالا سے مل کے اچھا لگا مجھے۔"

ماہر نے جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے سگار چھیلے گیا۔

"میں نے اسے گوگل کیا تھا۔ اس کی فوٹو گرافی کمپنی کافی مشہور ہے۔"

"ہوں۔" وہ اب سگار کو لپیٹ رہا تھا۔

مالک فرید کا ہاتھ میز تک رینگ گیا۔ نگاہیں باہر پہ جمی تھیں اور انگلیاں ایک تار کو تلاش کر رہی تھیں۔

"البتہ گوگل سرچ میں بار بار سلیم صابر کا نام سامنے آتا تھا۔ اس نے مالا کی کمپنی کو برا بھلا کہا ہے۔ معلوم نہیں کیوں۔"

مالک کے ہاتھ بٹن تلاش کر کے وہیں تھم گئے۔ اسے دبایا نہیں۔

"وہ اس کا کلائنٹ تھا۔ اس کی شادی کا پرائیوٹ شوٹ غلطی سے وائرل ہو گیا تھا۔ اسی لیے۔ بعد میں وہ معاملہ ختم ہو گیا تھا۔"

وہ سر جھکائے اسی بے زاری سے کہتے ہوئے سگار بنا رہا تھا جب...

"تمہیں کیسے معلوم؟ مگر تو اس کی خبر نہیں رکھتے تھے۔"

ماہر نے تیزی سے سر اٹھایا۔ اسی لمحے مالک نے بٹن دبایا۔ کمرے کے سارے فلور لیمپس جل اٹھے۔ ہر طرف زرد روشنی بکھر گئی۔

وہ دیکھ سکتے تھے کہ ماہر بالکل ساکت گنگ سا کھڑا تھا۔ ہاتھ تھم گئے تھے۔

"یہ سلیم صابری والا قصہ سوشل میڈیا پہ دب گیا تھا۔ مجھے بھی تلاش کرنے سے نہیں ملا۔ لیکن تمہیں معلوم ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھے۔

وہ اسی طرح انہیں دیکھ رہا تھا۔ سارے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔

"تم سب سے جھوٹ بول سکتے ہو۔ ہلال، بیریل، یاسمین.... خود اپنے آپ سے بھی...." وہ اس کے عین سامنے رکے۔ نگاہیں اس پہ جمی تھیں۔ درمیان میں میز اور چند سگارز حائل تھے۔

"لیکن مجھ سے نہیں۔ میں تمہاری روح کے اندر جھانک سکتا ہوں، ماہر۔"

ماہر کی گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔ تھوک نگلا۔

Watermarkly

"میں..." کوئی بہانہ، کوئی جواز... ذہن ہر شے سے قاصر تھا۔ پانچ دن سے چہرے پہ پڑھا یا طمع ایک دم سے کیسے گزر گیا تھا۔

"تم نے یہ سارا ہلال کے ساتھ ہونے والے واقعے پہ کیا شروع کیے تھے۔ تم نے یہ اس کے فراق میں کیے تھے۔ تم نے اس کو کبھی اپنے ذہن اور دل سے نہیں نکالا۔ نہ تم نے سمو دان کیا تھا۔" وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے۔

"اس نے تمہیں ریجیکٹ کیا، تمہارا دل توڑا، لیکن وہ تمہارے دل سے نہیں نکلی۔ تم اتنے دن سے سب کے ساتھ اداکاری کرتے آرہے ہو۔ میں تمہیں جانتا ہوں ماہر۔ تم آج بھی اس کی محبت میں گرفتار ہو۔"

"مالک..." وہ ہکلایا۔ لیکن الفاظ ختم ہو چکے تھے۔

"تم نے اتنے برس اس کی خبر رکھی۔ وہ کیا کر رہی تھی، تمہیں سب معلوم تھا۔ کیا تم اسے بھول نہیں پائے تھے۔ اس کے بیٹے کے کھونے کا بھی تمہیں علم تھا۔"

"مجھے اس کے بیٹے کے کھونے کا علم نہیں تھا۔" وہ تیزی سے بولا۔ پھر تھوک نگلا۔ "میں نے زارا سے منگنی کے بعد اس کی خبر رکھنی چھوڑ دی تھی۔" کندھے شکستہ انداز میں گرا دیے۔ سر جھکا لیا۔

"مگر اب وہ تمہاری زندگی میں واپس آچکی ہے۔" اسے ان کی آنکھوں میں ہلکی سی مایوسی دکھائی دی۔ افسوس۔ ترحم۔ یا شاید اس کا وہم تھا۔ وہ آنکھیں اگلے ہی لمحے بے تاثر ہو گئیں۔

"اور اب سب کچھ پیچیدہ ہو جائے گا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" وہ تیزی سے بولا۔ "میں نے زارا کو کوئی دھوکہ نہیں دیا، نہ دوں گا۔"

"اگر تم زارا سے میری ہمدردی میں شادی کر رہے ہو تو ایسا مت کرو۔ مجھے تمہاری ہمدردی نہیں چاہیے۔ وہ ناخوش رہے گی، تو میں بھی ناخوش رہوں گا۔ جہاں بھی رہوں۔" ایک نظر اوپر دیکھا اور پھر ماہر کو۔

"ایسا کچھ نہیں..."

"میرا سگار!" انہوں نے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے بنا ہوا سگار ان کی ہتھیلی پر رکھا۔ وہ لائٹر نکالتے ہوئے اسے لیے واپس پلٹ گئے۔ اگلے لمحے وہ آفس سے باہر نکل گئے تھے۔ اس کی کسی قسم کی وضاحت سنے بغیر۔

وہ نڈھال سا کرسی پہ گر گیا۔ اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

میز کے وسط میں رکھے تین ملائم پتھر خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆

استنبول شہر کے درمیان سے گزرتی پیلی اوتو بس کی کھڑکی والی سیٹ پہ مالا بیٹھی تھی۔ شیشے کے پار بھاگتا شہر، عمارتیں، مسجدیں اور کہیں کسی جھروکے سے بوسفورس کا پانی دکھائی دیتا تھا۔ اس نے باہر دیکھتے ہوئے پرس میں ہاتھ ڈالا۔ ہاتھ ایک ٹھنڈی شے سے ٹکرایا۔ اس نے اسے باہر نکالا۔

(ایک ماہ قبل)

ماہی ابھی ابھی اپارٹمنٹ سے گئی تھی۔

"بچے مر جاتے ہیں مالا۔ میرے بھی دو مر گئے تھے۔" ماہی نے انگلیوں کی وی بنا کے دکھائی تھی۔ وہ وی اس کے دل میں کھب گئی تھی۔ اس نے غصے سے بدر کے کھلونوں کی ٹوکری الٹ دی تھی۔ پھر ڈیکور شیلف گرا دیا تھا۔ بہت سی چیزیں زور سے نیچے آگریں۔

سب سے زیادہ زور سے وہ ایک شے گری۔ کانچ کے جار میں جمی کینڈل۔

وہ لڑھکتی ہوئی ہیسمٹ کے کھلے دروازے تک گئی اور نیچے جا گری۔ چھناکے کی آواز آئی اور وہ ٹوٹ گئی۔

وہ کتنی ہی دیر وہیں بیٹھی رہی۔ پھر آنسو صاف کر کے اٹھی۔ ویکیوم اٹھایا۔ کھلونے سمیٹے۔ کچرا نکالا۔ اور جب تک وہ خاموشی سے گھر کو درست حالت پہ واپس لائی، اسے ہیسمٹ یاد آئی۔ کھلے دروازے سے جھانکا۔ کینڈل ٹوٹ چکی تھی اور موم کے بڑے بڑے ٹکڑے ہر طرف بکھرے تھے۔ وہ کینڈل اسے ماہی نے شادی پہ دی تھی۔ اس نے کبھی نہیں جلایا تھا۔ یہ سعودیہ سے واپسی پہ اس کے سامان کے ساتھ آئی تھی جو حکومتی اہلکاروں نے اس کے لیے پیک کیا تھا۔

وہ قدم قدم زینے اترتی آئی۔ اور موم کے ٹکڑے چنے۔ کچھ موم انگلیوں پہ لگنے لگی۔ اونہوں۔ اسے کوفت ہوئی۔

آخری زینے پہ کچھ تھا۔ اس کے ابرو اکٹھے ہوئے۔ وہ پنجوں کے بل ادھر بیٹھی۔ پھر جھک کے وہ شے اٹھائی۔

موم میں لتھڑا ایک تین انچ کا ملائم پتھر۔ اتنا چھوٹا کہ ہتھیلی میں پورا آجاتا۔ کمفرٹ اسٹون۔ (ایسے پتھر جس کو مٹھی میں دبانے سے ٹھنڈک اور سکون ملتا ہے۔)

اس نے اس پر لگی موم صاف کی۔ وہ غالباً اس جار کے اندر مقید تھا۔

ہیسمٹ کی مدھم روشنی میں بھی وہ دیکھ سکتی تھی۔

اس پہ چند الفاظ کندہ تھے۔

"میں ہمیشہ تمہاری مدد کے لیے موجود ہوں گا۔ ماہر۔"

آنسو بے یقین آنکھوں میں اٹک گئے۔

ماہر فرید... بہت زمانے بعد وہ اسے یاد آیا تھا۔

(بچے مر جاتے ہیں مالا۔ میرے بھی دو مر گئے تھے۔)

(میں ہمیشہ تمہاری مدد کے لیے موجود ہوں گا۔)

اس کی انگلیاں تیزی سے فون پہ نمبر ملا رہی تھیں۔ ماہی کی خفا سی آواز سنائی دی۔

"دیکھو مالا میں..."

"یہ Jo Malone کی کینڈل جو تم نے مجھے شادی پہ دی تھی... یہ تم نے کہاں سے لی تھی؟" وہ تیزی سے بولی۔

ماہی ایک دم چپ رہ گئی۔

"ماہر فرید نے دی تھی۔ وہ ان دنوں لاہور میں تھا۔"

ان باتوں کو چھپانے اور بتانے کا وقت پیچھے رہ گیا تھا۔

اس نے فون رکھ دیا۔ پھر واپس اوپر آئی اور بدر کے کھلونوں کی ٹوکری ایک دفعہ پھر سے لاؤنج کے وسط میں الٹا دی۔ وہ پتھر مٹھی میں دبائے ہوئے تھی۔ اس کی ٹھنڈک ہتھیلیوں سے ہوتی سارے وجود میں سرایت کر رہی تھی۔ اس کے اندر جلتی آگ ٹھنڈی ہو رہی تھی۔

اگر ساری دنیا میں صرف ایک شخص اس کی بات کا یقین کرے گا تو وہ ماہر فرید ہوگا۔

بس میں بیٹھی کشمالہ نے مٹھی میں دبا پتھر دیکھا۔ ملائم سرمئی پتھر جو شاید ماہر نے کسی ساحل سے چنا تھا۔ اس نے اسے ہاتھ میں دبا کے مٹھی بند کر دی۔ وہ ہتھیلی میں غائب ہو گیا۔

یہ اس کا کمفرٹ اسٹون تھا۔

وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

شہر اسی خاموشی سے اسے دیکھتا پیچھے کی سمت بھاگ رہا تھا۔

"میں ہمیشہ تمہارے لیے موجود ہوں گا۔ ماہر۔"

☆☆☆

رات کا پراسرار اندھیرا استنبول کو اپنے پروں تلے دبائے ہوئے تھا۔

ٹیکسی نے اس رات ایلا نامی لڑکی کو ایک ایسی سڑک پہ اتارا جہاں تین سڑکیں مختلف سمتوں میں مڑتی دکھائی دیتی تھیں۔ اس نے کارڈ ٹیپ کیا پے منٹ ہپ کی آواز کے ساتھ گھٹ گئی۔ وہ ایک

ALIFADAB.COM
Watermarkly

ہراساں سی مسکراہٹ ڈرائیور کی طرف اچھالتی باہر نکلی۔ عینک ناک پہ جمائے، اونی ٹوپی سر پہ کیے، جس سے کھلے بال نکل رہے تھے، وہ سرمئی کوٹ میں ملبوس باہر نکلی اور احتیاط سے دائیں بائیں دیکھا۔

اندھیر سڑک کی سیاہ سطح پہ زرد روشنیوں کا عکس جھلملا رہا تھا۔ سڑک گیلی تھی۔ دوپہر میں اس علاقے میں بارش ہوتی رہی تھی۔ ایلا نے موبائل اسکرین روشن کی۔ وہاں گوگل میپس کھلے تھے اور ابھی دو منٹ کی واک کا راستہ رہتا تھا۔ وہ ارادتاً جلدی اتر گئی تھی۔

قریباً سو میٹر عبور کر کے وہ اس جنگلے نما گیٹ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

وہ ایک پرانا گھر تھا۔ اجڑا ہوا۔ جلا ہوا۔ شاید کسی زمانے میں جل گیا تھا اور مالک مکان نے تالا لگا دیا تھا۔ وہ جانتی تھی اس کی میٹنگ لوکیشن ایسا ہی کوئی اجڑا ہوا گھر یا کوئی ویران ویئر ہاؤس ہوگا۔

سرکار اپنے کلائنٹس سے ایسی ہی جگہوں پہ ملا کرتا تھا۔

ان کی پہلی ملاقات ایک ویئر ہاؤس میں ہوئی تھی۔ تب ایلا ایسی نہیں تھی۔ وہ سرخ چہرے اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ گئی تھی۔ وہ بات بات پہ روتی تھی۔ اس کا دل زخمی تھا۔

اب دو ماہ گزر چکے تھے۔ اب اس کے غم کو قرار آنے لگا تھا۔

وہ باڑ عبور کر کے اندر آئی۔ گھر خاموش اور ویران تھا۔ ای میل میں لکھی ہدایات کے مطابق اسے فرنٹ دروازے پہ لگے پرانے تالے کو نہیں چھیڑنا تھا بلکہ بیک ڈور سے اندر جانا تھا۔

اس نے ایسا ہی کیا۔ کچن کا دروازہ کھولا تو چرچراہٹ سنائی دی۔ ایک عجیب سی ہیبت تھی اس گھر پہ۔ جیسے وہاں ان دیکھے سائے گردش کر رہے ہوں۔

گھر اندر سے گرم تھا۔ کسی بھی ہیٹنگ سسٹم کے بغیر۔ ادھ جلی دیواریں۔ کوئی روشنی نہیں۔ وہ کچن سے گزر کے لونگ روم میں آئی۔

چھت پہ کہیں کوئی بلب جل رہا تھا۔ اس کی روشنی مدھم سی لونگ روم میں آتی تھی۔ وہ خالی تھا سوائے دو کین کی کرسیوں کے، جو قاعدے سے سامنے رکھی تھیں۔ جیسے اس نے فلموں میں دیکھی تھیں۔

وہ اپنا بیگ سنبھالے ایک کرسی پہ جا بیٹھی۔ اس کے گھٹنے کپکپا رہے تھے اور وہ بار بار بے چین نگاہیں اطراف میں دوڑاتی تھی۔

اور پھر وہ اسے نظر آ گیا۔

سامنے لکڑی کا ایک زینہ اوپر جاتا تھا۔ اس کے سرے پہ طویل ریلنگ تھی جو بالائی منزل کے کمروں کے سامنے بنی تھی۔ نیم اندھیرے میں بھی وہ اس کا ہیولہ دیکھ سکتی تھی۔

وہ ویسا ہی تھا جیسا اس نے دو ماہ پہلے دیکھا تھا۔

اس نے سیاہ لبادہ پہن رکھا تھا۔ لیدر پینٹ۔ سلک شرٹ۔ کندھوں سے پیروں تک آتا ایک چغہ یا گاؤن سا۔ اس کی گردن لمبی تھی۔ رنگت ایسی سفید تھی جس میں پیلاہٹ زیادہ تھی نہ کہ گلابی پن۔ سنہری بال (جو یقیناً ڈائی شدہ تھے) جیل سے کس کے پیچھے کو جما رکھے تھے، جس سے اس کی پیشانی چوڑی لگتی تھی۔ کسی کین ڈول کی طرح۔

وہ کہنیاں ریلنگ پہ جمائے، جھک کے اسے دیکھ رہا تھا۔ اندھیرے کے باعث وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ لیکن ایک رعب سا اس پہ طاری ہونے لگا۔

"ہیلو۔" بمشکل وہ مسکرائی۔ گود میں رکھے بیگ کو مٹھیوں میں بھینچ رکھا تھا۔

"کیسی ہو، ایلا؟" اس کی آواز بھاری تھی۔ لیکن نرم۔ ہلکی۔ وہ بہت دھیرے سے بولتا تھا۔

پھر وہ سیدھا ہوا اور زینے اترنے لگا۔ اس کے جوتوں میں بلاک ہیلز لگے تھے جن کے باعث وہ زینے پہ ٹھک ٹھک کی آواز آتی۔ اس کے پیچھے لمبا

لمبا لبادہ لہراتا تھا۔ فریبہ سا وجود جو تابعداری سے سرکار کی معیت میں اتر رہا تھا۔ ایک سیاہ لبادے کی عورت۔ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتی تھی۔ وہ فیصلہ نہ کر سکی۔

سرکار لمبا لبادے والا دراز قد سرکار نیچے اترا آیا اور اپنے لمبے لبادے کو ہاتھ سے نزاکت سے پکڑ کر اس کے دونوں اطراف پھیل کے زمین پہ پھیل گیا۔ اس کی ہیبت اور رعب میں اضافہ ہو گیا۔

اب ایلا مدھم روشنی میں اس کا چہرہ دیکھ سکتی تھی۔

وہ کم عمر نوجوان تھا۔ شاید بیس بائیس برس کا۔ لیکن اس کی آنکھیں دھوکہ دیتی تھیں۔ آنکھیں کانچ کے جیسی تھیں۔ رنگت سفید پیلی سی۔ اور چہرے پہ ایک مسکراہٹ جو اس نے کہیں اور نہ دیکھی تھی۔ شرٹ کی آستین کلائیوں تک تھی تک تھی۔ صرف اس کے چہرے ہاتھ دکھائی دیتے جن میں اس نے مختلف انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں۔ سبز نوکیلے نگینے والی انگوٹھی سب سے منفرد تھی۔

فربہ عورت اس کے عقب میں آ کھڑی ہوئی۔ اس کی گھورتی نظریں ایلا پہ جمی تھیں۔ ایلا نے تھوک نگلا۔

"ایس کے۔" وہ بدقت بول پائی۔ وہ خود کو ایس کے کہلواتا تھا۔

"ایلا۔" وہ مسکرایا اور ابرو اٹھائے۔ اس کے ابرو ہلکے بھورے تھے۔

"میں... میں بات کرنا چاہتی تھی۔"

"بات تو تم نے پچھلی دفعہ کہہ دی تھی۔" وہ کہنی کرسی کے ہتھے پہ جمائے انگلیاں تھوڑی تلے رکھے دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "جب تم ہم سے ملی تھیں۔"

ایلا نے بہت سا تھوک نگلا۔

"اس وقت میں غصے میں تھی۔ فیروز نے مجھے ... وہ میرا سوہر تھا۔ اور اس نے اس عورت کے لیے مجھے چھوڑا۔" اس نے سر جھکا۔ آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"لیکن اب میں بہتر ہوں۔ میں نے اس کے ساتھ کرنے کے لیے جو کہا..." ایلا کی پلکیں لرزیں۔ "یعنی فیروز کو تکلیف دینے کے لیے.... جاہ کرنے کے لیے ... وہ اب اب میں نہیں کرنا چاہتی مجھے۔ مجھے گلٹ ہوتا ہے۔"

وہ انگلیاں تھوڑی تلے رکھے مسکرا کے اسے دیکھے گیا۔

ایلا کی ہمت بڑھی۔ وہ اب قدرے اعتماد سے بولی۔

"میں نے آدھی پے منٹ کر دی تھی لیکن... میں چاہتی ہوں کہ ہم اس معاملے کو ختم کر دیں۔ یعنی..." اضطرابی انداز میں انگلیاں مروڑیں۔

"وہ میرے بچے کا باپ ہے۔ میں نے ایک کامن فرینڈ سے سنا ہے کہ وہ آج کل بیمار ہے اور ہسپتال میں ہے۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔" وہ واقعی نادم تھی۔

"بس اب میں چاہتی ہوں کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ اس کی بیماری جو بھی ہے ریورس ہو جائے۔ بات پے منٹ کی نہیں ہے لیکن کیا یہ سب ختم ہو سکتا ہے؟" اس کا حلق خشک ہو گیا۔ تھوک نگلا لیکن وہ بھی خشک حلق کو تر کرنے میں ناکامی تھا۔

اس نیم اندھیر گھر میں تپش تھی۔ اتنی تپش کہ اس کی جلد خشک ہو رہی تھی۔

"یعنی..." سرکار کو خاموش پا کے اس نے دہرایا۔ "میں نے جو کہا تھا کہ فیروز کو تکلیف ہو جیسی اس نے مجھے دی، وہ اب میں نہیں..."

"نو نو نو..." انگشت شہادت نفی میں ہلاتے ہوئے سرکار نے گردن دائیں بائیں ہلائی۔

"تم نے یہ نہیں کہا تھا ایلا۔" اس کی آواز خوبصورت تھی، مدھم۔ نرم۔ ہر لفظ الگ۔ آہستہ۔

ALIFADAB.COM
Watermarkly

"اندرانی!" اس نے پیچھے کھڑی عورت کی طرف ہاتھ بلند کیا۔ گردن نہیں موڑی۔ آنکھیں ایلا پہ جمی تھیں۔

"کیا ایلا نے یہ کہا تھا؟"

"نہیں۔"

ایلا کی رنگت سفید ہونے لگی۔ اس نے زبان پھیری تاکہ خشک لب تر ہوں، لیکن اندر تک سب کچھ اٹل ہو رہا تھا۔

"ایس کے۔"

"میں تمہاری یادداشت کو تازہ کرتا ہوں، میری پیاری ایلا۔" اس نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی۔ بوٹ کے زمین سے لگنے کی آواز پیدا ہوئی۔ وہ چغہ جھٹکتے ہوئے اٹھا۔ قدم قدم چلتا ایلا کے قریب آنے لگا۔ اس کی دھڑکن تیز ہوئی۔ اس نے گھٹنوں کی کپکپاہٹ روکنے کے لیے انہیں سختی سے ایک دوسرے سے ملایا۔

وہ ایک اسٹول کھینچ کے ایلا کے سامنے بیٹھا۔ اب وہ اس سے ایک فٹ کے فاصلے پہ تھا۔ کہنیاں گھٹنوں پہ رکھے گردن اس کی طرف جھکائے۔

"مائی ڈیئر ایلا... چچ۔" انگلیاں اٹھا کے اس نے ایلا کی ٹوپی سے نکلتے بالوں کو دھیرے سے چھوا۔

وہ ہل بھی نہیں سکی۔

"تم میرے پاس آئی تھیں۔ تم رو رہی تھیں۔ تم ہرٹ تھیں۔" وہ نرم آواز میں کہہ رہا تھا۔

وہ سانس روکے بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم فیروز کو تکلیف دینا چاہتی ہو۔"

ایلا نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ حلق میں دب گئے تھے۔ وہ نرمی سے اس کے گال سے بال ہٹا رہا تھا۔

"تم میرے پاس آئی تھیں کیونکہ تم نے میرے بارے میں سنا تھا۔ میں وہ ہوں جو اس دنیا کا توازن درست کرتا ہوں۔ اب وہ اس کے کندھے پہ رکھے ہوئے تھا۔ جیسے کسی چھوٹے بچے کو تسلی دیتا ہو۔"

"اس دنیا میں انسانوں نے سارے آرڈر رکھے ہیں۔ میں اس توازن کو ٹھیک کرنے والا ایک فکسر ہوں۔ میں تمہارا انتقام ہوں ایلا۔ تم تکلیف میں تھیں اور تمہیں اپنی زندگی کا توازن درست کرنا تھا۔"

"م... میں غصے میں تھی اور..."

"اور تم نے مجھے بتایا تھا مائیکل کے بارے میں تمہارا لیسر اذرار۔ تمہارا کتا۔ وہ کار کے آگے آ گیا کیونکہ فیروز نے اس کا خیال نہیں کیا۔ وہ اس عورت کے ساتھ مصروف تھا۔"

ایک آنسو ایلا کی آنکھ میں اٹک گیا لیکن اس میں نیچے گرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"تم نے مجھے بتایا تھا کہ..." وہ بھی بنا پلک جھپکے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ "... کہ کیسے فیروز نے تمہیں اتنا مجبور کیا کہ تم نے اس سے بھیک مانگی۔ اس شادی کو بچانے کی۔ اپنے بچے کی۔ اس عورت کو چھوڑنے کی۔ اور پھر کیا کیا فیروز نے؟ اپنے الفاظ یاد کرو۔"

ایلا کے ہونٹ کپکپائے مگر ہل نہ سکے۔ وہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے آگے کو جھکے ہوئے تھا۔ وہ اس کے پرفیوم کی مہک محسوس کر سکتی تھی۔

"تم نے کہا تھا... کہ فیروز نے تم سے اتنی زیادتی کی وہ بھیک منگوائی کہ جیسے... جیسے اس نے تمہیں ایک کتا بنا دیا ہو۔ مائیکل جیسا کتا۔ تم اس کے ہڈی ڈالنے کی منتظر رہتی تھیں۔ اور پھر وہ تمہیں چھوڑ کے چلا گیا۔ ہے نا؟"

آنسو ابھی تک خوف سے ایلا کی آنکھ میں بند تھا۔

"اور میں نے تم سے ایک سوال دہرایا تھا... جو میں اپنے ہر کلائنٹ سے پوچھتا ہوں۔" ایس کے نے ہاتھ ہٹا کے ایلا کی کرسی کے ایک ہتھے

رکھ دیا۔ وہ ایک طرف سے ٹریپ تھی۔

"کہ تمہارے دل کو کیا چاہیے؟" وہ مسکرایا۔ وہ ہر طرف سے ہی ٹریپ ہو چکی تھی۔

"اور تم نے کہا تھا ایلا کہ میں چاہتی ہوں..." اس کی آنکھیں چمکیں۔

"کہ فیروز بھی ایک کتا بن جائے۔"

"م... میں غصے..."

"اندرانی...!" وہ سیدھا ہوا اور تحکم سے اشارہ کیا۔ اندرانی نے ایک ٹیب اس کے سامنے کیا۔ اسکرین روشن تھی۔

"فیروز کی فیملی تم سے چھپائے ہوئے ہے لیکن میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ وہ ہسپتال میں کیوں ہے؟"

ایلا نے چونک کے گردن اس طرف موڑی۔ آنسو پھسل پڑا۔

اندرانی نے اسکرین اس کے سامنے کی۔ اس پہ ایک ویڈیو چل رہی تھی۔

وہ ایک ہسپتال کا کمرہ تھا۔ ایک نیلے لباس میں موجود مریض کو دونوں طرف سے ہتھکڑیوں سے باندھ رکھا تھا۔ اور وہ سر بار بار جھٹکتا غراتا ہوا گردن نیچے کیے منہ سے آوازیں نکال رہا تھا۔ دو اسٹاف اور نرس اس کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کی آواز وہ سر نیچے کر کے غراتا وہ بھونکنے کی آواز تھی۔ کتے کے جیسے بھونکنے کی۔

ایلا برف کا مجسمہ بن گئی۔ بے یقینی سے اس نے گردن موڑی۔ وہ اسی طرح نرمی سے مسکرا رہا تھا۔

"تم نے اسے تکلیف دینے کے لیے نہیں کہا تھا میری پیاری ایلا تم نے اسے کتا بنانے کے لیے کہا تھا۔ میں نے بنا دیا۔" انگلیوں سے چٹکی بجائی۔ اندھیر گھر میں آواز گونج کے واپس پلٹی۔

"میں اپنی زبان کا پابند ہوں۔ کیا تم اپنی زبان کی پابند ہو؟"

"نہیں، نہیں..." اس نے خوف سے نفی میں سر ہلایا۔ اسکرین پہ موجود منظر کسی لوپ میں چل رہا تھا۔ ہڈیوں کا پنجر بنا فیروز۔ اس کی غیر انسانی آواز۔ اب نرس اسے انجیکشن دے رہی تھی۔ اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ گال پہ رکھ لیے۔

"میری ایک ماں تھی ایلا۔" وہ ابھی تک اسٹول پہ بیٹھا تھا۔ ایلا سے ایک فٹ کے فاصلے پہ۔ اندرانی اسکرین بجھا کے اب پیچھے ہٹ چکی تھی۔

"ایک ظالم انسان نے اسے مجھ سے چھین لیا۔" اس نے انگلی میں پہنی سبز نگینے والی انگوٹھی گھمائی۔ "وہ میری اصلی ماں نہیں تھی لیکن اس نے مجھے سکھایا تھا کہ اس دنیا کا توازن کیسے قائم کرنا ہے۔ اور جب وہ مجھ سے دور ہو گئی تو مجھے ایک لمبا عرصہ بھاگنا پڑا۔ جانتی ہو میں کہاں گیا؟" مسکرا کے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔

آنسوؤں سے بھیگا چہرہ لیے وہ ابھی تک نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"میں — پنجاب کے ایک گاؤں میں گیا۔ اس گاؤں کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ وہاں ہر انسان کو چاہے وہ بچہ ہو یا بڑا جادو آتا ہے۔ اور وہ دنیا میں سب سے زیادہ ماہر ہیں اس جادو میں جو انسان کو جانور کے جیسا کر دیتا ہے۔ میں ایک سال اس گاؤں میں رہا۔ اور میں نے سیکھا کہ اس دنیا کا توازن واپس کیسے قائم کرنا ہے۔"

"نہیں پلیز! اس کو ریورس کر دو۔" وہ رو رہی تھی۔ اس نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے تھے لیکن سرکار کی آواز وہ سن سکتی تھی۔

"ایسے جادو ریورس نہیں ہوتے۔ ان کی کاٹ نہیں ہوتی۔ یہ تمہارے دل کی مانگ تھی ایلا۔ اس کے ساتھ تم جوگی میں نہیں۔"

"میں صرف چاہتی تھی کہ وہ ایموشنل تکلیف سے گزرے۔ پلیز کچھ کرو۔ وہ میرے بچے کا باپ ہے۔"

"اور میں صرف ایک چیز میں دلچسپی رکھتا ہوں میری پیاری ایلا۔" اس نے اپنی لمبی انگلیوں سے اشارہ کیا۔ ایلا کے بیگ کی طرف۔ "تمہاری بقایا پے منٹ میں۔"

وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ آنسو زار و قطار

ALIFADAB.COM
Watermarkly

کر رہے تھے۔

"میں یہ نہیں چاہتی تھی۔"

"بے مت ایلا۔" جھک کے اس کے گال پہ آئے آنسو کو پونچھا۔ "ورنہ میں اپنے دل سے پوچھوں گا کہ ایلا کیا بننا چاہتی ہے؟ ایک کتا؟ یا ایک بلی؟"

اس کے آنسو رک گئے۔ سانس بھی تھم گیا۔ خوف سے ایک دم بھیگی ہوئی۔ نفی میں سر ہلایا۔

"میں میں ساتھ لائی ہوں۔" اس نے پرس میں ہاتھ ڈالا۔ ایک پھولا ہوا لفافہ نکال کے اس کی طرف بڑھایا۔ اندرانی نے جھٹ وہ کھینچ لیا۔

سرکار اسی طرح مسکرایا اور چار انگلیاں ہلا کے "بائے" کہا۔

وہ بیگ پکڑے باہر کی طرف بھاگی۔ اس تپش شدہ گھر سے دور۔ ان سایوں سے دور۔ اپنے اندر اٹھتے احساس گناہ کے آتش فشاں سے دور۔ لیکن اس سے دوری ممکن نہ تھی۔

وہ خاموشی سے مسکراتے ہوئے اسے بھاگتے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے چٹکی بجائی۔ سناٹے میں چٹکی کی گونج سنائی دی۔ اندرانی اسی طرح کھڑی رہی۔ وہ چٹکی اس کے لیے نہیں تھی۔

"اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ اس کو بار بار میرے دروازے پہ آنا ہوگا۔ اس کو مجھے Retainer (قرار، تسلسل) پہ رکھنا ہوگا۔" وہ خلا میں کسی ان دیکھی مخلوق سے تکلیف مخاطب تھا۔ پھر چغہ جھاڑ کے وہ اٹھا اور سیدھا کھڑا ہوا۔ اب کے اندرانی کی طرف چہرہ کیا تو وہ سنجیدہ تھا۔ مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔

"تم اس کے آنے سے پہلے کیا کہہ رہی تھیں؟"

اندرانی نے گہری سانس لی۔

"ایک مسئلہ ہو گیا ہے عالیان۔"

"اب کیا ہوا ہے؟" وہ ابرو اٹھا کے ناگواری سے پوچھ رہا تھا۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ تمہارا سول میٹ ہوتا ہے
تمہارا بہتر کٹ جوڑ۔
اور سب کو وہی چاہیے ہوتا ہے
لیکن دراصل
ایک سچا روح کا ساتھی ہوتا ہے
ایک آئینے کے جیسا۔
وہ تمہیں ہر وہ شے دکھاتا ہے
جو تمہیں آگے بڑھنے سے روکے ہوئے ہے۔
وہ تمہیں خود تمہاری اپنی خوبیاں دکھاتا ہے
تاکہ تم اپنی زندگی بدل سکو۔
تمہاری روح کا ساتھی
وہ سب سے اہم شخص ہوگا
جس سے تم زندگی میں ملو گے...
کیونکہ وہ تمہارے گرد کھڑی دیواریں توڑ کے
تمہیں جگائے گا۔
جھنجھوڑے گا۔
تمہاری انا کو ضرب لگا کے توڑے گا۔
تمہیں تمہاری رکاوٹیں اور بری لت دکھائے گا۔
پھر تمہارے دل کو چیر کے کھول دے گا۔
تاکہ اس میں نئی روشنی داخل ہو سکے۔
وہ تمہیں اتنا بے چین اور بے قابو کر دے گا
کہ تم جان جاؤ گے
کہ تمہیں اپنی زندگی بدلنی پڑے گی۔
لیکن
ایک روح کے ساتھی کے ساتھ ہمیشہ رہنا؟
نہیں۔
یہ بہت تکلیف دہ ہوگا۔
روح کا ساتھی تمہاری زندگی میں آتا ہے
صرف تمہیں
تمہاری شخصیت کی ایک تہہ دکھانے
اور پھر وہ تمہاری زندگی سے
نکل جاتا ہے۔
(الزبتھ گلبرٹ کی کتاب "Eat. Pray.

(ماخوذ)

ماہین جتنے دوا کے لائبریری نما آفس کی ایک ریوالنگ چیئر پہ بیٹھی تھی۔ اس کے پاؤں ٹیبل کے پاؤں پہ ٹکے تھے۔ آنکھیں بند تھیں اور ہونٹوں میں ونگ رہے تھے۔ آسمان پہ چاند اور ستارے تھے۔ شہر کے اس حصے میں روشنی نہیں تھی۔ آفس میں اکا دکا بتیاں جل رہی تھیں۔ ماہین اپنی نشست پہ کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی ابرو اٹھائے کچھ دیکھ رہی تھی جو کاؤچ پہ براجمان تھا۔ ایک پاؤں پشت پہ پھیلائے ٹانگ پہ ٹانگ جمائے وہ ناگواری نظروں سے دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔

"تم اپنے آفس میں کیوٹز نہیں رکھتیں؟"

"باہر ہے!"

"ہمیں اس کیوٹز کے ساتھ چہل قدمی سے بنی پیدل چلانی چاہیے تھی جس میں ہلکا سا لیوٹر کا ٹوئسٹ شامل..."

"کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا کا پہلا اصول کیا ہے؟"

"لیکن ہم تمہارا کے بارے میں بات نہیں کر رہے۔"

ماہر فرید نے بات روک کے ابرو اٹھایا۔

پھر وضاحت سے مسکرایا۔

"ناٹ فنی۔" وہ ہنسی نہیں۔ چہرہ سنجیدہ رہا۔

"یہ کہ اپنے تھیراپسٹ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔"

آفس میں سناٹا چھا گیا جو شیشے کی دیوار سے اوجھل تھا۔ بند دروازوں کے پار کسی کمرے سے ٹی وی کی آواز آ رہی تھی۔ نیوز ٹیلیکاسٹ کا میوزک۔ یقیناً گھڑی نے نیا گھنٹہ بجایا تھا۔

"میں خود سے جھوٹ بول رہا تھا۔" اس نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور سیدھا ہو کے بیٹھا۔ چہرے پہ ایک دم تکان در آئی تھی۔

"تمہیں بہت اچھی طرح معلوم تھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے جب تم نے مجھے یہ تاثر دیا کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔"

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بچوں کے لیے خوب صورت ناول
ملیے ایک چیلنج
رضیہ جمیل
نادرہ ناز
بڑی آپی
ڈسٹ کور
نسیم سید
فرزانہ سید
ہر ناول ایک منگوانے کے لیے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار، کراچی۔ فون 32210301

ALIFADAB.COM
Watermarkly

بیسمنٹ کے اوسط میں لکڑی کی گول کرسی رکھی تھی۔ اس میں اٹھی کرے، گلیچر کے پھول اور ہوائی کرتب کے ساتھ ایک تیز رنگ کے موٹے دانوں کی لڑی رکھی تھی جس کے دونوں سروں سے دھاگے لٹک رہے تھے۔ جیسے کسی دیوار کی تیاری ہو۔

"اگر تم مجھ سے سچ نہیں کہو گے تو میں کیسے تمہاری مدد کروں گی ماہر؟" اس کا لہجہ اب نرم تھا۔

ماہر آگے جھکا اور لکڑی پر اٹھایا۔ اس کا شیشہ ٹھنڈا تھا۔ اس نے ڈھکن کھولا تو تازہ پیک ہوئے پاپکارن کی مہک ناک سے ٹکرائی۔

"تم اب بھی اس کی محبت میں مبتلا ہو؟"

ماہر نے ہاتھ اندر ڈال کے ایک بسکٹ نکالا۔ چینی کی ٹھنڈ سکٹ آدھے راستے میں ٹوٹ گیا۔

"کچھ چیزیں بھلائی نہیں جا سکتیں۔"

وہ دونوں ٹکڑے پکڑے ٹوٹے بسکٹ کو دیکھنے لگا۔ پس منظر میں اسے ہنسی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"کیا پسند تھا تمہیں اس میں؟"

"اس کا سچا ہونا۔ سیدھی بات کرنا۔ وہ پیک ڈورز استعمال نہیں کرتی تھی۔ غصہ نہیں کرتی تھی، مہربان تھی۔ اس کا ریستوران اس سے چھن گیا۔ اس نے بس احتجاج کیا۔ اور پھر چپ چاپ واپس چلی آئی۔"

"اس میں وہ سب تھا جو تم میں نہیں تھا۔"

اس نے دانتوں سے بسکٹ کو کترا۔ چند ذرے کالر پر گرے۔ منہ میں چاکلیٹ اور میٹھے میدے کا ذائقہ گھل گیا جس میں جلا ہوا پن بھی تھا۔ وہ غالباً اوور بیکڈ تھے۔ شاید یاسمین نے خود بنائے تھے۔ یقیناً وہ کچن میں اچھی نہیں تھی۔ اسے اس کے شوہر اور بچوں پہ افسوس ہوا۔

"تم ایک کام کے معاملے میں جنونی تھے۔ غصے کے تیز انسان جو خود کو ٹھنڈا اور پرسکون رکھنا سیکھ رہا تھا۔ جو سچ نہیں بول سکتا تھا۔ وہ تمہارا الٹ تھی۔ [illegible] گیا تو اس نے زندگی کو پوز کر دیا۔ وہ اپنی ماں کے پاس چلی آئی۔ مگر تم بھی وقت کام کرتے تھے۔ اس کی جواب کے ساتھ ساتھ اپنی سرخ عمارت پہ کام کر۔ تم (اکرا انٹری) تھے اور وہ سکون ٹھہری ہوئی زندگی کی مالک۔"

"شاید۔" اس نے سر جھکا بسکٹ میز پر رکھ دیا۔

"لیکن پھر وہ چلی گئی۔ اس کی زندگی تباہ ہو گئی۔ اس نے غلط فیصلے کیے۔ وہ سچ بولتی تھی لیکن اس نے مجھ سے جھوٹ بولے۔"

"اور تم نے اسے معاف نہیں کیا، جیسے تم نے اپنی ماں کو بھی معاف نہیں کیا۔"

"میں کون ہوتا ہوں معاف کرنے والا۔" اس نے نفی سے سر جھکا اور پیچھے ہو کے ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔ ہاتھوں سے کاؤچ کے ہتھے رگڑنے لگا۔

"مگر تم اس کی خبر رکھتے رہے؟" وہ بغور اسے دیکھ رہی تھی۔ ماہر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وقتے وقتے سے میں اس کا سوشل میڈیا دیکھتا تھا۔ مجھے معلوم تھا وہ زندگی میں کیا کر رہی ہے۔ گو کہ اس نے سوشل میڈیا پہ اپنا بیٹا نہیں دکھایا لیکن میں جانتا تھا وہ اتنی محنت اسی کے لیے کر رہی ہے۔"

"تم نے اس سے رابطے کی کوشش کی؟"

ماہر نے پھر سر کو اوپر نیچے حرکت دی۔

"بتایا تھا نا۔ شروع میں چند ایک دفعہ۔ مگر اس نے جواب نہیں دیا۔ جیسے میں کوئی برا انسان ہوں۔ پھر میری عزت نفس نے مزید رابطے کی اجازت نہیں دی۔"

"اور زارا؟ اس سے شادی کشمالہ سے انتقام ہے کیا؟"

"نہیں۔ مجھے کسی سے انتقام نہیں لینا۔ یاسمین ازارا اچھی لڑکی ہے۔ مجھے پسند کرتی ہے۔ اور میں نے ایک عرصہ مالک کو بہت ستایا ہے۔ اب میں اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور خود بھی سیٹل ہونا

چاہتا ہوں۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کے فیصلہ کیا ہے۔ میں نے اسی مکان سے شانے اچکا دیے۔

"لیکن اب کشمالہ واپس آ گئی ہے۔"

وہ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ خاموشی اردگرد سانس لیتی رہی۔

"مجھے کیا کرنا چاہیے؟" اس نے شکست تسلیم کی۔

"دیکھو ماہر! میں تمہیں یہ بتا سکتی ہوں کہ تمہیں کیا نہیں کرنا۔ مثلاً تمہیں اپنی منگیتر کو دھوکا نہیں دینا۔"

"میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔"

"ایسا آدمی بنتے انسان کو دیر نہیں لگتی۔" اس کی آواز میں سنجیدگی تھی۔ "تمہیں یہ یاد رکھنا ہے کہ کشمالہ نے تمہیں ریجیکٹ کیا تھا۔ وہ اب بھی تمہارے لیے یہاں نہیں آئی۔ اور ہو سکتا ہے اس کی زندگی میں کوئی اور آ چکا ہو۔"

اسے اپنے جسم کے سارے اعصاب تنے ہوئے محسوس ہوئے۔ بدقت تھوک نگلا۔

"جیسے وہ اپنا بیٹا سوشل میڈیا پہ نہیں دکھاتی ویسے ہی ہو سکتا ہے کوئی اس کی زندگی میں۔ اس کی طلاق کو ایک عرصہ گزر چکا ہے۔ وہ یہاں اپنے بیٹے کے لیے آئی ہے۔ تمہارے لیے نہیں۔"

اس نے سر کو خم دیا۔

(ہو سکتا ہے اس کی زندگی میں کوئی اور موجود ہو۔) اس کے جبڑے کی رگیں تن گئیں۔

"انسان کسی کے پیچھے دیوانہ ہو کے تب بھاگتا ہے جب وہ دوسرے کی "حقیقت" بھول کے اپنی "خواہش" کو اس کی حقیقت سمجھنے لگتا ہے۔"

"یعنی؟"

"کشمالہ نے تمہیں ریجیکٹ کیا تھا اور وہ یہاں اپنے بیٹے کے لیے آئی ہے۔ یہ اس کی حقیقت ہے۔ وہ تمہیں ریجیکٹ کرنے پہ پشیمان ہے اور پھر سے کوئی رشتہ استوار کرنا چاہتی ہے یہ تمہاری خواہش ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک عقل مند انسان دوسرے کی حقیقت ہر لمحے خود کو یاد دلاتا ہے۔ وہ خواہش کے بہکاوے میں نہیں آتا۔ تمہیں بھی نہیں آنا۔"

"وہ پشیمان ہو یا نہ ہو لیکن وہ کبھی بھی میری محبت میں مبتلا نہیں تھی۔"

"دیری گڈ۔ تم اس کے ساتھ ایک پروفیشنل تعلق رکھو گے۔ اور کسی بھی موقع پہ کچھ بھی ایسا نہیں کرو گے جس سے تمہاری منگیتر کو تم پہ شک ہو۔ اگر وہ کسی شک کا شکار ہوئی ہے تو تم اس کو سب کچھ سچ سچ بتاؤ گے۔ تم ہمیشہ کیونکہ کر کے اس معاملے کو..."

وہ نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے سنے گیا۔ میز پر آدھ کھایا بسکٹ اور چند ذرے چپ چاپ انہیں دیکھتے رہے۔ دور پس منظر میں نیوز بیلٹن کی بھنبھناہٹ جاری تھی۔

☆☆☆

ایلانا نامی لڑکی جا چکی تھی۔ بنا فرنیچر کے تاریک گھر خاموش رہ گیا تھا۔ چھت سے لٹکتا بلب وسط میں روشنی ڈال رہا تھا یوں کہ ایک دیوار پہ ان دونوں کے سائے لمبے ہو کے پڑ رہے تھے۔

"ایک مسئلہ ہو گیا ہے، عالیان!" فریبہ سائے نے دونوں ہاتھ باہم پھنسائے۔

"اب کیا ہوا ہے؟" دراز قد سائے کی آواز میں چڑچڑاپن تھا۔ پھر وہ سایہ پلٹا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔

اندرانی اس کے پیچھے لپکی۔

"کشمالہ پولیس اسٹیشن گئی تھی۔"

عالیان نے کچن کے دروازے کے ساتھ لگی کھونٹی سے ایک سیاہ طویل کوٹ اتارا اور پیچھے گھما کے دونوں بازو اس میں ڈالے۔

"اسے جانا ہی تھا۔" کوٹ کے بٹن سامنے سے بند کیے۔ چغہ اندر چھپ گیا۔ کھونٹی پر لٹکا مفلر اتارا اور دوسرے ہاتھ سے دروازہ کھولا۔ ٹھنڈی ہوا چہرے سے ٹکرائی۔ اس نے مفلر گردن کے گرد لپیٹا۔ کھردری اون تھوڑی کی ملائم جلد سے رگڑی۔

"وہ ماہر فرید کے ساتھ تھی۔"

ALIFADAB.COM
Watermarkly

باہر نکلتے عالیان کے قدم ٹھہرے۔ پلٹ کے اندرانی کو دیکھا۔ ابرو بھنچ گئے۔

"وہ کہاں سے آیا؟"

"وہ شاید اس کے لیے یہاں آئی ہے۔ آج کل اسی کے ساتھ نظر آتی ہے۔"

عالیان کی پیشانی کے بل گہرے ہو گئے۔ واپس پلٹا اور تیز ڈگ بھرتا ویران باغیچہ عبور کرنے لگا۔ اختتام پہ لکڑی کا ننھا گیٹ تھا جو کھلا تھا۔ باغیچے کی گھاس جل کے سیاہ ہو چکی تھی۔ کونے میں لگے واحد درخت کے زرد چرمرے پتے باڑ کے اندر اور باہر سڑک پر گرے تھے۔

"کیا وہ بدر کو تلاش کرنے میں اس کی مدد کر رہا ہے؟"

کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے عالیان اس سے چند قدم آگے چل رہا تھا۔ سڑک پر گرے اکڑے ہوئے پتے جو بارش کے پانی سے سایے کی وجہ سے بچ گئے تھے اس کے جوتوں تلے آ گئے۔ چرچراہٹ بلند ہوئی۔

"یقیناً وہ اور ہلال بدر کی وجہ سے اس کی مدد کر رہے ہوں گے۔" وہ عالیان کی رفتار سے ملنے کی ناکام کوشش کرتی انہی پتوں پر قدم رکھ رہی تھی۔ اب کی دفعہ وہ نہیں چرچرائے۔ وہ مر چکے تھے۔

"وہ کہاں سے آ گیا درمیان میں؟" مفلر سے ہونٹوں تک چہرے کو ڈھانکے ہوئے تھا سو اس کی آواز دبی دبی سی تھی۔ وہ دونوں اس سمت سے مخالف سمت میں جا رہے تھے جہاں سے ایلا آئی تھی۔

"اب ہم کیا کریں؟" اندرانی کی آواز میں اندیشہ تھا۔

"ہم وہی کریں گے جو کر رہے تھے۔" وہ بڑبڑایا۔ رات گہری تھی اور سڑک گیلی۔ چند اسٹریٹ پولز روشن تھے۔ مین روڈ ابھی دکھائی نہیں دی تھی۔ فضا میں ٹریفک کا دھواں اور سگریٹوں کی مہک تھی۔

ایک جانب چند دکانیں کھلی تھیں جن کی شیشے کی [illegible] عالیان کے قدم اس جانب بڑھ گئے البتہ اب وہ قدرے سست رو تھے۔

"اب کیا کرنا چاہیے؟" اس نے پوچھا۔ عالیان نے سپید ہاتھ اٹھایا جس کی پشت اور کلائی بالوں سے پاک تھی۔ اندرانی کی زبان تھم گئی۔ وہ خاموشی سے ایک دکان تک گیا۔ شیشے کے دروازے کا ہینڈل پکڑ کے دھکیلا۔ وہ ٹھنڈا تھا۔

البتہ دکان اندر سے گرم تھی۔ تیز پینٹ اور کسی کے تیل کی بو نتھنوں سے ٹکرائی۔ عالیان نے ناگواری سے ناک سکوڑی۔

ایک دیوار کے ساتھ شیشے بچھی تھیں۔ ایک اونچی سیڑھی۔ پینٹ کی بالٹیاں۔ نیلا جینز سوٹ اور دستانے پہنے پینٹ کرتا آدمی۔ ان دونوں کو دیکھ کے چہرہ موڑا۔ بے زاری سے برش رکھا اور دستانے اتارتا ہوا اس طرف آیا۔

"ہم ایک خط لکھیں گے۔" عالیان نے آگے بڑھتے ہوئے کندھے ٹیڑھے کیے تاکہ کیلی دیوار سے سیاہ کوٹ ٹکرا نہ جائے۔

"کس کو؟" اندرانی اپنے خیال میں آگے بڑھی۔ اس کے کوٹ کے کندھے دیوار سے رگڑ ہوئے۔ سفید چونا اپنا نشان چھوڑ گیا۔ قریب آتے دکان دار نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

"زیاد سلطان کو۔" وہ سافٹ ڈرنکس سے بھرے فریج کا دروازہ کھولے جھکا۔ گردن دائیں بائیں موڑی۔ نگاہیں مختلف حصوں میں رکھے رنگ برنگے مشروبات ڈھونڈنے لگیں۔

"زیاد کو؟ کیوں؟" وہ تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی۔ عالیان نے بازو لمبا کر کے ایک سرخ کین نکالا اور واپس سیدھا ہوا۔ پھر کاؤنٹر پہ جا کے کین رکھا۔

"ہمیں اس کو جیل سے نکالنا ہے۔ وہ جب تک گیم میں واپس نہیں آئے گا ہمیں مزہ نہیں آئے گا۔"

مفلر سے دبی آواز میں کہتے عالیان نے جیب میں ہاتھ ڈال کے باہر نکالا تو اس میں ایک نوٹ تھا۔ دکان دار نے نوٹ پکڑا تو اس نے دیکھا اس کے ہاتھ پینٹ میں لتھڑے تھے۔ داستانوں کے باوجود بھی۔

"شاپنگ بیگ چاہیے؟" دکان دار نے بل پنچ کرتے ہوئے نگاہ اٹھا کے اس دراز قد نوجوان کو دیکھا۔

"تمہیں انوائرمنٹ کا خیال نہیں ہے کیا؟" درشتی سے کہتے ہوئے کین اس کے ہاتھ سے لیا۔ دکان دار نے شانے اچکائے اور دراز کھولا۔ سکے کھنکنے کی آواز آئی۔ دو انگلیوں سے چند سکے نکالے اور عالیان کی مٹھی پر رکھے۔

"مگر خط کی کیا ضرورت..."

"ہم خط میں اسے بتائیں گے کہ اس کا بیٹا ہمارے پاس ہے۔" وہ سکے انگوٹھیوں والے ہاتھ کی جیب میں ڈالتے ہوئے پلٹا۔ پھر کین کا ڈھکن کھینچ کے کھولا۔

"مگر ایسے تو..."

"وقت کم ہے میرے پاس۔"

مفلر دو انگلیوں سے نیچے کیا۔ ہونٹ واضح ہوئے۔ اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کین لبوں سے لگایا۔ میٹھا اسپارکلنگ سا انرجی ڈرنک گلے میں اترا اور جیسے کانوں اور ناک تک میں جا گھسا۔

"مگر ہمیں ایسے نہیں کرنا تھا۔ ہر شے کا وقت..." وہ الجھی ہوئی اس کے پیچھے لپکی۔ وہ باہر جا رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا نے ان کا استقبال کیا اور پینٹ سے بھری دکان اور مٹی کے تیل کی بو زائل ہونے لگی۔

"میں بہتر کر رہا ہوں، اندرانی ڈیئر۔" دکان کے باہر کھڑے کھڑے اس نے چند گھونٹ بھرے۔

وہ اچنبھے سے اسے دیکھنے لگی۔ لب بھینچ لیے۔ کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔

"اس نے پولیس سے کیا کہا؟" کچھ سوچتے ہوئے اس نے کین نیچے کیا۔ وہ دکان کے سامنے رکے کھڑے تھے۔ شیشے کا دروازہ بند ہو چکا تھا اور اس کے پار دکان دار دستانے چڑھائے سیڑھی کی طرف واپس جا رہا تھا۔

"وہ سب کچھ جو وہ اتنے عرصے سے کہتی آئی ہے۔ کہ وہ لڑکی اس کے بچے کی نہیں تھی اور..."

"کاٹن کینڈی مین... کیا اس نے اس کا ذکر کیا؟"

اندرانی نے گردن دائیں بائیں ہلائی۔

"شاید اسے وہ واقعہ بھول گیا ہو۔"

"بھولنا نہیں چاہیے۔ اسے یاد ہونا چاہیے۔" پھر رکا اور غور سے اندرانی کو دیکھا۔ "تمہیں یقین ہے نا کہ وہ نہیں جانتی کہ بدر کو کاٹن کینڈی کس نے دی تھی؟"

"نہیں۔ وہ نہیں جانتی۔ اس نے نہیں دیکھا۔"

"وہاں کسی اور نے بھی نوٹس نہیں کیا ہوگا۔" اس نے کین ٹریش کین میں اچھال دیا۔

"کیا بھی ہو تو اتنی پرانی بات کسے یاد رہے گی۔ سی سی ٹی وی فوٹیج ویسے ہی مٹائی جا چکی ہے۔"

"ہم زیاد کو ایک خط لکھیں گے۔" اب کے وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ چہرے کے تنے ہوئے پٹھے نرم پڑے۔

"مگر کیوں عالیان؟"

"تاکہ ہم اسے بتا سکیں کہ اس کے بیٹے کو کاٹن کینڈی کس نے دی تھی۔"

"ہیں؟" اندرانی نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ وہ آگے بڑھ گیا تو وہ چند لمحے پریشان سی کھڑی رہی۔ پھر اس کے پیچھے لپکی۔

"پاگل ہو گئے ہو؟ ہم اسے کیسے یہ کہہ سکتے ہیں؟"

وہ دونوں تاریکی میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ آوازیں مدھم پڑ گئی تھیں۔

اندر برش اٹھاتے دکان دار نے پلٹ کے شیشے کے پار دیکھا۔ وہ دونوں اب دور جا رہے تھے۔ اس نے واپس اپنے پینٹ اور برشز کو دیکھا۔

چند لمحے پہلے تک وہ باقی ماندہ دونوں دیواریں صبح سے پہلے تک پینٹ کرنے کے لیے پرجوش تھا۔

ALIFADAB.COM
Watermarkly

لیکن اب ... دکان میں ایک عجیب سی یاسیت چھا گئی تھی۔ اس کی توانائی اور جوش ایک دم ماند پڑ گیا تھا۔ وہ کس کے لیے کر رہا تھا یہ سب؟ اس کے تو بچے بھی نہیں تھے۔ اور اس کا قرضہ جو ادا ہونا تھا۔ اور کاموں کی ایک طویل فہرست جو ذہن کو بوجھل کیے ہوئے تھی۔ کیا فائدہ ابھی برش کرنے کا؟ سوکھنے میں کئی گھنٹے لگنے ہی تھے۔ وہ کل کر لے گا۔ کون سا دکان کی شکل بدلنے سے سیلز بڑھ جائیں گی۔ اس کے تو بچے بھی نہیں تھے۔ کس کے لیے کرے یہ سب؟

اس نے بے دلی سے برش رکھ دیا۔

☆☆☆

شمالی امریکہ میں جیل کا دوسرا نام کریکشنل فیسلٹی (اصلاحی ادارہ) تھا کیونکہ امریکیوں کو گمان تھا کہ صرف اچھی اصطلاحوں کے استعمال سے دنیا بدلی جا سکتی تھی۔

ایسے ہی ایک اصلاحی ادارے کا وہ سرمئی سفید دیواروں والا کمرہ تھا جس میں دو طرف شیشے کے دروازے لگے تھے۔ اور فاصلے فاصلے پہ چند سرمئی میزیں بچھی تھیں۔ ہر میز پہ آمنے سامنے دو افراد بیٹھے تھے۔ ایک فرد قیدیوں والا جمپ سوٹ پہنے۔ اور دوسرا آزاد انسانوں کے لباس میں ملبوس۔ فضا میں باتوں کی بھنبھناہٹ اور لانڈری ڈٹرجنٹ سے لگے موپ کی مہک تھی۔

زیاد سلطان ایک کونے میں رکھی میز پہ بیٹھا تھا۔ سامنے براجمان ادھیڑ عمر وکیل ناک پہ عینک پیچھے دھکیلتے ہوئے چند کاغذ الٹ پلٹ کر رہا تھا۔

"اگر تم آج بھی اس ڈیل کو قبول کر لو تو دو ہفتے میں تم باہر ہو گے۔"

اس نے کہتے ہوئے چہرہ اٹھا کے زیاد کو دیکھا۔ زیاد کے بال اب چھوٹے کٹے تھے۔ آنکھ تلے نیل کا نشان زرد ہو چکا تھا۔ آدھی آستینوں سے نکلتے بازو تنومند تھے۔ البتہ چہرہ سپاٹ تھا۔

"میں چھ ماہ میں ویسے بھی باہر ہوں گا۔" زیاد نے [illegible] کے اندر جائزہ لیا۔ ایک میز خالی تھی۔ اس پہ بیٹھا ملاقاتی متلاشی نگاہوں سے [illegible] کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا قیدی [illegible]

"تمہارے پاس ایک چانس ہے یہاں سے جلد نکلنے کا۔"

"مجھے نکلنے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ میں [illegible] سے اپنی کتاب لکھ رہا ہوں اور اپنے گناہوں کی [illegible] بھگت رہا ہوں۔" وہ ہوا ہوائی سے دائیں بائیں [illegible] رہا تھا۔ پیچھے رکھی میز دو [illegible] کے ایک تنومند آدمی [illegible] اور بڑبڑاتا ہوا ان کے قریب سے گزرا۔ اس کے جسم سے باسی پسینے کی بدبو لہر کی صورت اٹھی اور ان کی میز تک آئی۔ وکیل نے ناک سکوڑی۔

"تمہارا سکون میں دیکھ رہا ہوں۔" وکیل نے ابرو سے اس کی نیلگوں آنکھ کی جانب اشارہ کیا۔ زیاد نے پھر سے شانے اچکائے۔

"اگر میں کسی کے خلاف مخبر بن کے باہر نکلا تو دو دن میں وہ لوگ مجھے مار دیں گے۔ میں باہر نکل کے اپنی زندگی بنانا چاہتا ہوں، دوبارہ ان کاموں میں..." زیاد ٹھہر گیا۔ وکیل نے کوٹ کا بٹن کھولا۔ اور اس کے اندر ہاتھ ڈالا۔ کوٹ کھلنے سے کسی سستے کولون اور آفٹر شیو کی ملی جلی مہک باہر کی طرف آئی۔ جیل کی اس ساکن بند ہوا میں وہ مزید ناگوار گزری۔

"مجھے صبح یہ ای میل موصول ہوئی ہے۔" وہ پرنٹ شدہ کاغذ اس کے سامنے رکھے۔ پھر نگاہ اٹھا کے قریب کھڑے گارڈ کو دیکھا جس سے وہ پہلے اجازت لے چکا تھا۔ گارڈ نے اثبات میں آنکھوں کو جھکایا۔

زیاد نے دو انگلیوں سے کاغذ کا کنارہ چھوا اور اسے ترچھا کیا۔ اب وہ اس پر چھپے الفاظ پڑھ سکتا تھا۔

"تمہارا بیٹا میرے پاس ہے۔ جلد باہر آؤ اور وہ کرو جو میں تم سے چاہتا ہوں۔ کیونکہ تمہارے بچے کے پاس وقت کم ہے۔

دی کائن کینڈی مین۔"

زیاد نے اگلا صفحہ پلٹنا چاہا۔ وہ پچھلے کاغذ سے چپکا رہ گیا تھا۔ وہ انگشت شہادت لبوں تک لے گیا۔ تھوک سے اسے گیلا کیا اور پھر سے صفحہ پلٹا تو وکیل نے دیکھا اس کے ہاتھ میں لرزش تھی۔

دوسرے صفحے پر ایک پرنٹ شدہ تصویر تھی۔ ایک مدھم سی تصویر۔ بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹا ہوا۔ ساتھ لگی آئی وی لائن اور ڈرپ۔ اور بچے کے پیچھے پڑا ایک روز پہلے کا اخبار۔ حریت نیوز۔

اس نے چونک کر نگاہیں اٹھائیں۔ وکیل ان کی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہمیں یہ پولیس کو دینا چاہیے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارا بیٹا زندہ ہے۔"

زیاد نے کچھ نہیں کہا۔ وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ بے تاثر نہیں تھا۔ وہاں عرصے بعد کوئی تاثر دکھائی دیا تھا۔ اگلے لمحے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا شیشے کے دروازے کے سامنے جا کھڑا ہوا اور ہتھی بجائی۔ گارڈ نے دروازہ کھول دیا۔ پیچھے سے وکیل افسوس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ نہیں سن رہا تھا۔

کائن کینڈی مین... کائن کینڈی مین....

ایک لمحے میں وہ جان گیا تھا کہ یہ ای میل کس کی طرف سے آئی تھی۔

☆☆☆

صبح کا سورج ابھی بادلوں کے پیچھے چھپا رنگ برنگی عمارتوں سے بنے "بلت" کے علاقے کو سرمئی سائے میں کھڑے دیکھ رہا تھا۔ مالا کے اسٹوڈیو اپارٹمنٹ کے لونگ روم جمع کچن کی بتیاں روشن تھیں۔ وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس کھڑی الیکٹرک کیتل میں پانی ڈال رہی تھی۔ بال چھوٹی پونی میں بندھے تھے اور آنکھیں ابھی تک نیند سے بھری تھیں جب موبائل بجا۔

کیتل کا بٹن آن کر کے وہ لونگ روم کے واحد تھری سیٹر تک آئی۔ کشن ادھر ادھر کیا۔ پہلے ریموٹ برآمد ہوا جو کل بہت تلاش کرنے پہ بھی نہیں ملا تھا۔ پھر گدیوں کے درمیان میں پھنسا موبائل ملا جو تھرتھرا رہا تھا۔ اسکرین پہ روشن نام دیکھ کے گہری سانس لی۔

"ہیلو؟"

"تمہاری ہیرئیل سے بات ہوئی ہے؟" ماہر کی آواز سے وہ اس کی کیفیت کا اندازہ نہیں کر پائی۔ وہ خفا تھا یا تھکا ہوا؟

"نہیں۔" وہ نیند میں گئی۔ "کیا وہ رات بھر گھر نہیں آیا؟"

گزشتہ شام آفس میں ہونے والا واقعہ اس کی یادداشت میں تازہ تھا۔

"کہا تھا نا۔ اس کو صدمے کو پروسیس کرنا نہیں آتا۔" وہ اب اس کا لہجہ پڑھ سکتی تھی۔ جھنجھلاہٹ۔ دبا دبا غصہ۔ اور فکرمندی کا سایہ۔

"کیا اس نے کوئی میسج وغیرہ..."

"کچھ کاغذات ہیں جو چیکیز نے تم سے سائن کروانے کے لیے کہا ہے تاکہ درخواست پہ کام شروع ہو۔" اس نے سنا ہی نہیں۔

"مجھے پولیس اسٹیشن جانا ہوگا؟"

"نہیں۔ وہ مجھے بھیج دے گا۔ میں بلت سے ہوتا ہوا آفس جاؤں گا۔"

وہ پوچھنے لگی کہ اگر اسے لمبا چکر پڑنا ہے تو وہ پولیس اسٹیشن جا سکتی تھی۔ لیکن ماہر نے کال کاٹ دی۔ اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ پھر بڑبڑ کی آواز پہ چونکی۔ کیتل میں رکھے پانی میں بلبلے ابھر ابھر کے چھلانگیں لگا رہے تھے۔ وہ بھاگ کے آگے آئی اور جلدی سے بٹن بند کیا۔

بلبلے تھم گئے اور دھیرے دھیرے مرتے گئے۔

وہ کہاں رہتا تھا جو بلت اسے راستے میں پڑتا تھا؟ انسٹنٹ کافی پانی میں گھولتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

ماہر نے موبائل کان سے ہٹا کے نیچے کیا۔ وہ لاؤنج کے سیاہ طویل صوفے پر بیٹھا تھا۔ اونچے سیاہ

ALIFADAB.COM
Watermarkly

سفید پردے کھڑکیوں کے آگے برابر تھے۔ اسی پل لونا (ہلال کا گائیڈ ڈوگ) کمرے سے بھاگتی ہوئی باہر آئی۔ اسے دیکھ کے ٹھہر گئی۔ پہلے دم ہلائی۔ پھر اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اسے دیکھے گئی یہاں تک کہ اس نے نگاہ اٹھا کے اسے دیکھ نہ لیا۔ مگر ماہر کی نگاہ کی سنجیدگی پہ لونا کے کندھے ڈھیلے ہوئے۔ پھر گردن گھما کے بیرنل کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کو دیکھا۔

"وہ نہیں آیا۔" ماہر نے قدرے بے زاری سے پکارا۔ مگر بھوری سنہری لونا دم ہلاتی بیرنل کے دروازے کی درز سے اندر گھس گئی۔ ماہر نے پلٹ کے دیکھا۔ اب وہ باری باری ہر شے کو سونگھ رہی تھی۔ اس نے سر جھٹکا اور موبائل اسکرین روشن کی۔ چیلنز کا نیا میسج آیا تھا۔

"چند کاغذات پر سائن کروانے ہیں۔ کشمالہ کے۔"

"مجھے بھیج دو۔ کروا دوں گا۔"

"اس کے ایڈریس پہ بھیجنا بہتر ہے۔"

"کہا نا مجھے بھیج دو۔"

"کیا وہ تمہارے ایڈریس پہ رہ رہی ہے؟" باقی گفتگو مالا کی کال سے پہلے ہوئی تھی۔ یہ آخری میسج کال کے دوران موصول ہوا تھا۔ اس کی انگلیاں ٹائپ کرنے لگیں۔

"ہاں۔ وہ یہیں ہے۔"

"آپ اپ سیٹ ہیں؟"

آہٹ پہ وہ چونکا۔ گردن پھر سے موڑی۔ لونا اب بیرنل کے بیڈ پر جا کے لمبی لیٹ گئی تھی۔ اور ہلال پیچھے کھڑی تھی۔ نائٹ سوٹ میں ملبوس اس کے لمبے گھنگریالے بال کمر پر گر رہے تھے۔ وہ بنا کسی چھڑی سے چلتی ہوئی سامنے خلا میں دیکھتی آگے بڑھ رہی تھی۔ ہر قدم کو پہچان تھی کہ وہ کہاں پڑے گا۔ صوفے کے کنارے وہ رکی۔ ہاتھ سے اسے ٹٹولا۔ اس کا سپید گالی چہرہ پڑھا نہیں جا سکتا تھا۔

"[illegible] بیرنل بھائی گھر نہیں آیا؟" وہ رک رک کے سوچتی ہوئی بول رہی تھی۔

"وہ کچھ وقت گھر نہیں آئے گا۔ اسے..." وہ رکا۔ "اسے مالک کے بارے میں علم ہو گیا ہے۔"

"اوہ۔" ہلال کے ہونٹ گول ہوئے۔ اس کے تاثرات دوسرے انسانوں کی نسبت مدھم ہوتے تھے۔ وہ حیران تھی یا افسردہ وہ فیصلہ نہ کر سکا۔

"اس کو مت بتانا کہ تم جانتی تھیں۔ وہ اپ سیٹ ہوگا۔" وہ جانتا تھا کہ وہ جانتی تھی۔ وہ ہلال ہے۔ کچھ چھپا نہیں سکتا تھا۔ مگر ہلال سب کچھ چھپا سکتی تھی۔

"آپ اپ سیٹ ہونے کے ساتھ ساتھ..." وہ رکی۔ آنکھیں کسی سوچ سے پھیلی ہوئیں۔ وہ اس کے کندھوں کے عین پیچھے کھڑی تھی۔ دھیرے سے قریب آئی۔ پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ سر جھکائے موبائل کو دیکھ رہا تھا۔

"پریشان بھی ہیں۔ جیسے کسی نے... آپ کا کچھ کرتے دیکھ لیا ہو۔" وہ جیسے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ ماہر نے سر جھٹکا۔

"کچھ نہیں۔ زیادہ نہ سوچا کرو۔ میں آفس کے لیے تیار ہونے جا رہا ہوں۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید اس کو پڑھنے لگ جائے۔

"کیا میں مالا سے مل سکتی ہوں؟"

وہ جو اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا وہیں تھم گیا۔ میز چیئرز سے چند قدم کے فاصلے پر۔

"وہ صرف اپنے بیٹے کو ڈھونڈنے آئی ہے۔ اس لیے بہتر نہیں ہے کہ ہم اسے اپنے گھر اور معاملات سے دور رکھیں؟" سختی سے کہا تھا۔

"اس کا نام بدر ہے۔" وہ پیچھے سے پکارا۔ ماہر آگے بڑھتا گیا۔

"آپ اس کا نام کیوں نہیں لیتے؟" وہ دھیمی آواز میں پوچھ رہی تھی۔ ماہر نے ان سنا کر دیا۔ اب کمرے کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ صبح کی روشنی میں

بھی اندھیرا لاؤنج ویران رہ گیا۔

لونا ابھی تک اداس سی بیرنل کے بستر پر لیٹی تھی۔

اس کی دم مسلسل ہل رہی تھی۔ دائیں بائیں۔ دائیں بائیں۔

ان سے کئی میل دور اپنے آفس میں بیٹھے چیلنز نے ریسیور اٹھا کے ایک بٹن دبایا۔ "وہ کاغذ ماہر بے کے گھر بھیج دو۔" "رک کے بات سنی۔" "نہیں کشمالہ خانم وہاں نہیں رہتیں لیکن ماہر بے ہمیں نہیں بتانا چاہتے کہ وہ کہاں رہتی ہیں۔" "رک کے گہری سانس لی۔" "کیا مطلب کیوں؟ کیا تمہیں سمجھ میں نہیں آیا؟ وہ ابھی تک خود کو اس کا محافظ سمجھتا ہے۔" افسوس سے سر جھٹک کے ریسیور رکھا اور جمائی روکی۔ رات سے کسی دوسرے کیس کی وجہ سے تھانے میں تھا اور اب گھر جا کے آرام کرنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

سورج بالآخر بادلوں کی درز سے جھانکنے لگا تھا۔ رنگ برنگی عمارتوں کے درمیان گلیوں میں رونق جاگ گئی تھی۔

نارنجی اسکوٹر والے کیفے میں رش لگا تھا۔ باہر بچھی نارنجی میز کرسیاں بھی بھری ہوئی تھیں۔ کیفے دو گلیوں کے دہانے پہ تھا جو دائیں بائیں سے "وی" کی صورت میں اوپر جاتیں۔ سامنے سڑک تھی جو ڈھلان کی صورت نیچے جاتی۔ سڑک کے اختتام پہ سمندر تھا۔ کیفے کی کرسی پر بیٹھے دیکھو تو یوں لگتا سڑک نیچے سمندر میں گم ہو رہی ہے۔

لیکن اس میز پہ بیٹھی ان دونوں لڑکیوں کے پاس سر اٹھا کے دیکھنے کا وقت نہیں تھا۔

مالا سر جھکائے آئی پیڈ پر انگلیاں چلا رہی تھی۔ کھلے بال کانوں کے پیچھے اڑس کے چہرے پر آنے سے روک رکھے تھے۔ ساتھ بیٹھی سنبل لیپ ٹاپ میز پر رکھے انگلیاں تیز تیز چلا رہی تھی۔ وہ ایک مقامی فوٹوگرافر تھی جس کے ساتھ وہ استنبول میں کولیب کرتی تھی۔ سیاہ بالوں کی اونچی پونی بنائے، سیاہ جیکٹ پہنے وہ موٹر سائیکل چلاتی تھی۔ ہیلمٹ خالی کرسی پر رکھا تھا۔ اور میز پر دو کافی کپ جن کے ڈھکن لگے تھے رکھے تھے۔ اور ادھ کھائے کروسنٹ۔

"کتنا مشکل ایونٹ تھا یہ۔" دفعتاً سنبل نے جھرجھری لی۔ مالا نے چہرہ اٹھایا۔ پھر گردن آگے جھکا کے سنبل کی اسکرین کو دیکھا۔ ابرو اکٹھے ہوئے۔

"اوہیں، سنبل!"

"ایونٹ مشکل نہیں تھا؟"

"گریڈنگ ایسے مت کرو۔ دلہن کی اسکن ٹون یا میک اپ کا رنگ نہیں بدلنا چاہیے۔ دیکھو یہاں..." اس نے انگلی سے اسکرین کو چھوا۔ "اس کی لپ اسٹک کا رنگ بدل گیا ہے۔"

سنبل نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "ہر فوٹوگرافر کے اپنے رنگ ہوتے ہیں، مالا! یہ میرے رنگ ہیں۔"

"لیکن وہ میری کلائنٹ ہے اور مجھے سختی سے اسی بات کی تاکید کر چکی ہے۔" نرمی سے مسکرا کے یاد دلایا۔ سنبل نے گہری سانس لے کر سر ہلا دیا۔ انگلی کو سر پر تیز تیز گھمانے لگی۔

"سنو یہ شاٹ کیسا ہے؟ انسٹا پہ پوسٹ کرنے کے لیے؟" مالا نے آئی پیڈ اس کے سامنے کیا۔ وہ کافی دیر سے ایونٹ کی تصویروں میں سے منفرد اور چونکا دینے والے زاویے ڈھونڈ رہی تھی جو پوسٹ کیے جا سکیں۔

"بہترین۔" وہ جھجکی۔ "آپ شادیاں کیوں کور کرتی ہیں؟ ان میں کوئی آرٹ کوئی الوژن نہیں ہے۔" اس کا انداز شکایتی بھی تھا اور مایوسانہ بھی۔

"شادی ہی تو سب سے بڑا الوژن ہے۔" مسکرا کے سر جھٹکا۔ "اور مجھے بلز بھی بے کرنے ہوتے ہیں، سنبل۔ پھر اس کلائنٹ کو اکتوبر کے سرمئی موسم میں شادی کر کے اسے بہار کا رنگ دینا تھا۔ کیونکہ دلہن کو اسپرنگ ویڈنگ چاہیے تھی۔"

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆☆

ALIFADAB.COM
Watermarkly